بلند آواز سے ذکر کرنے کی بے نظیر تحقیق

ذِکر بالجہر

زیر تصرف
العبد المؤلف صاحبزادہ محمد حفیظ الرحمن معصومی عفی عنہ

از قلم

رئیس المحققین ابوالوفا مولینا غلام رسول صاحب سعیدی

جمعیت العلمائے پاکستان (ہزارہ)
دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۹

یا اللہ جل جلالک — یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا (البقرۃ)

بے رونق کا بنے نقص کا جہاں رہے ✽ پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو
مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے منع
کرے اور انہیں خراب کرنے کی کوشش کرے

ذِکر بالجہر

متوسط بلند آواز سے ذکر کرنے کا کتاب وسنت
اور علماء کے اقوال سے ثبوت اور منکرین کے اعتراضات
کے مسکت جوابات

سنہ ۱۳۹۰ھ — از قلم — سنہ ۱۹۷۱ء

محقق باکمال مدقق بے مثال مولانا علامہ غلام رسول صاحب سعیدی
مدرس جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

ناشر
جمیعت العلمائے پاکستان ہزارہ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ

مطبوعہ: ایور گرین پریس لاہور

قیمت ۱/۵۰

فہرست

اھداء

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو غزالیٔ زمان رازیٔ دوراں آیۃٌ من آیاتِ اللہ حامی سُنّتِ رسُولِ اللہ قدوۃ الفُضلاء و زبدۃ الاصفیاء سیدی و مرشدی حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

فان رفعہ الی سماک القبول فقد سعد کوکب الامل فی برج شرف الحصول۔

غلام رسول سعیدی

حالاتِ حضرتِ مصنّف زید مجدہٗ

مجاہدِ ملّت شیرِ بیشۂ اہلِ سنّت بطلِ جلیل عالم نبیل صاحب القلم والبیان ابوالفار مولانا غلام رسول صاحب سعیدی دامت برکاتہم العالیہ ۱۹۳۸ء میں دہلی کے ایک متموّل خاندان میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں پانچ جماعت تک ہی تعلیم حاصل کی تھی کہ ۱۹۴۷ء کا وہ ہنگامہ خیز سال آگیا جس میں اسلام کے شیدائیوں نے تن من دھن اور وطن تک کی اس لئے بازی لگا دی کہ پاکستان چلیں گے وہاں اسلام کا پاکیزہ آئین ہوگا وہاں پوری آزادی کے ساتھ دینِ اسلام کی نشوونما کو دیکھ سکیں۔ سب کچھ لٹا کر بھی اگر اسلام کے جھنڈے تلے جینے کا موقع مل گیا تو ہمیں کچھ غم نہ ہوگا۔ ہماری موت وحیات بیگانوں کے لئے نہیں اپنے دین اور اپنے ربِ کریم کے لئے ہوگی۔ آج جب دیکھا جاتا ہے کہ اس پاک ملک میں آئینِ اسلامی تو نافذ نہیں کیا گیا بلکہ سوشلزم، کمیونزم اور مودودی ازم کو نافذ کرنے کی اسکیمیں بنائی جا رہی ہیں تو دین و مذہب کے متوالوں کا خون کھول اٹھتا ہے۔ انہیں اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ آخر ایک سچا اور مخلص مسلمان آئین کتاب وسنّت کو چھوڑ کر ایسے قانون کو کس طرح قبول کر سکتا ہے جس کی بنیاد یہودیوں نے رکھی ہو جسے دین و مذہب کے ساتھ کسی طرح کا لگاؤ نہ ہو بلکہ حد درجہ کی دشمنی ہو جس کا پرچار کرنے والے مذہب کو افیون قرار دیں نعوذ باللہ من ذالک دوسری طرف ایک باخبر مسلمان مودودی ازم کو بھی کسی طرح نہیں اپنا سکتا جس کی بنیاد انبیاء کرام، صحابۂ و اولیاء عظام آئمہ مجتہدین کی توہین پر ہو۔ اس گئے گزرے ہوئے دور میں بھی مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن کتاب وسُنّت کے خلاف کسی آئین کو قبول نہیں کر سکتا۔

اسی ہنگامے میں مولانا سعیدی صاحب اپنے خاندان سمیت دہلی سے ہجرت

کرکے کراچی چلے آئے جہاں مزید نویں جماعت تک تعلیم جاری رکھی اور اس کے بعد پولیس میں ملازمت اختیار کرلی۔

ان کا کہنا ہے کہ ملازمت کے دوران اگرچہ عام لوگوں کی طرح مذہب اور دینی مسائل سے چنداں واقفیت نہ تھی۔ مزید براں یہ کہ والد صاحب اور بڑے بھائی صاحب اہل حدیث تھے لیکن بایں ہمہ صلوٰۃ وسلام کی محبت اور چاشنی میرے نہاں خانۂ دل میں جاگزیں تھی۔ حتیٰ کہ اگر رات کے وقت بھی کہیں سے صلوٰۃ وسلام کے روح پرور نغمے کی آواز سنائی دے جاتی تو اُٹھ کر دست بستہ ہوکر کھڑا ہوجاتا اور جب تک صلوٰۃ وسلام کے پیاری اور دلکش آواز آتی رہتی ادب واحترام سے کھڑا رہتا۔ واقعی ذوقِ سلیم اور سلامتی طبع کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ یہ تو ربّ کریم کی دین ہے جسے چاہے نواز دے ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

دین کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق اس طرح پیدا ہوا کہ ۱۹۵۶ء میں پولیس کی طرف سے جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے وقفہ کی منظوری ہوئی۔ حُسنِ اتفاق کہ سعیدی صاحب جس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے گئے وہاں سُنّی حنفی بریلوی خطیب تھے ہوتے ہوتے آرام باغ کی جامع مسجد میں جانا شروع کردیا۔ وہاں مناظرِ اسلام ضیغم سُنّیت مولانا محمد اچھروی دامت برکاتہم العالیہ کی تقریریں سُننے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تقریروں میں بلا کا سوز وگداز تھا۔ آفتاب عالمتاب تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی محبت اور والہانہ عقیدت کے چشمے پھوٹتے تھے۔ بس پھر کیا تھا دل میں علم دین حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہوگئی۔ ذہنی طور پر ایک انقلاب آچکا تھا۔

پہلے پہل قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً جو قرآن مجید گھر میں موجود تھا اس پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کا ترجمہ تھا جس میں جابجا یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ حضور نبئ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کو علمِ غیب نہیں جبکہ مولانا سعیدی صاحب مبلّغ اسلام مولانا محمد عمر اچھروی کی تقریروں میں بارہا سُن چکے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب لبیب

نبیٔ کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو بے شمار علومِ غیبیہ عطا فرمائے تھے جیسے کہ تعصّب و جانبداری سے ہٹ کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ بات مخفی نہیں۔ دل میں ایک خلش پیدا ہوگئی کہ ایک طرف نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے علمِ شریف کا پرچار ہے دوسری طرف انکار۔ ان میں سے کونسی بات درست ہے۔ آخر دل میں یہ بات آئی کہ باقاعدہ علمِ دین حاصل کر کے ہی پوری تسلی کی جاسکتی ہے۔

انہی دنوں جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان کے سالانہ اجلاس کا اشتہار نظر سے گزرا جس میں علمِ دین کے شائقین کو پڑھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ سعیدی صاحب فوراً رحیم یار خاں پہنچے اور جامعہ محمدیہ رضویہ میں داخل ہوگئے۔ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کا کہنا ہے کہ میں نے درسِ نظامی کے تمام مروّجہ علوم پڑھے۔ حدیث و تفسیر اور اجلہ علماء کی تصنیفات کا غائر نظر سے مطالعہ کیا لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلّم کے علمِ غیب شریف کے انکار کی گنجائش نظر نہیں آئی۔

نیز اس طرف آکر اعلیٰحضرت امام اہلِ سنّت مجدّدِ دین و ملّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی تصنیفات کے مطالعے کا بھی موقع ملا۔ مولانا سعیدی صاحب کو آپ کی تحریرات میں آقائے دوعالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلّم کے علمِ غیب کے بیان کے لہلہاتے ہوئے باغ دکھائی دئے۔ سعیدی صاحب اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی تحریرات سے بے حد متاثر ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کے علمی کارنامے یوں تو اَن گنت ہیں اور بے شمار ہیں لیکن جو خصوصیت آپ کے ترجمۂ قرآن کو حاصل ہے وہ اسی کا حصّہ ہے۔ یہ ترجمہ تمام معتبر تفاسیر کا خلاصہ ہے۔ آسان اور سادہ عبارت کے ٹکڑوں میں حقائق و معارف کے خزینے سمو کر رکھ دئیے ہیں۔ کلام الٰہی کی ظاہر نصوص پر جو اشکال و ایراد ہوتے ہیں ترجمہ کی خوبی سے وہ سب مندفع ہوجاتے ہیں۔ اس ترجمہ میں رازی کی موشگافیاں ہیں۔ غزالی کا تصوّف ہے۔ جامی کی وارفتگی ہے نعمان کا تفقہ ہے آلوسی کی دقت ہے۔ میں نے اعلیٰحضرت کا زمانہ نہیں پایا لیکن

لیکن جب میں آپ کی تحریرات کو دیکھتا ہوں تو میرے ذہن میں ایک ایسی شبیہ اُبھرتی ہے جس کی آنکھوں میں فاروقی جلال، لبوں پر ملکوتی تبسم، چہرہ ایسا جیسے کھلا ہوا قرآن۔ گفتار میں علی مرتضیٰ کی حلاوت، کردار میں ابوذر کا استغنا، نفس میں گرمیٔ صدیق، انداز میں بلال کی تب و تاب العرض اعلیٰ حضرت کی شخصیت کیا ہے گویا انجمن عشاقِ مصطفےٰ کا ایک جامع عنوان ہے۔ (توضیح البیان لخزائن العرفان ص۲۴)

مولانا سعیدی صاحب تقریباً ڈیڑھ سال جامعہ محمدیہ رضویہ فاضل اجل مولانا الحافظ عبدالمجید صاحب کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرتے رہے۔ اسی دوران حضرت غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی نسبت سے اپنے آپ کو سعیدی کہتے ہیں۔ اس کے بعد لاہور کی مشہور و معروف دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور تشریف لے آئے اور رئیس الاذکیاء حضرت العلامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی مدظلہ العالی سے استفادہ کیا۔ قطبی شرح جامی جلالین شریف وغیرہ کتب انہی سے پڑھیں۔ تلخیص المفتاح کے چند اسباق قدوۃ الاتقیاء حضرت العلامہ مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی سے پڑھے۔

جامعہ نعیمیہ میں سلطان المدرسین فخر المدققین استاذ العلماء مولانا عطا محمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال شریف ضلع سرگودھا کے متعلق سُنا کہ اس وقت مدرسین میں ان کے پائے کا کوئی عالم نہیں اور ان کے تلامذہ اکثر و بیشتر قابل ترین مدرس ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی پتہ چلا کہ بندیال ایک دور افتادہ دیہات ہے وہاں طلباء کو وہ سہولتیں میسر نہیں ہوتیں جو عموماً شہروں میں ہوتی ہیں لیکن بایں ہمہ شوق تھا کہ ایک لمحہ بھی ٹھہرنے نہ دیتا تھا۔ آخر تمام تکالیف کے لئے تیار ہو کر سرچشمہ علم و فضل کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ ان دنوں راقم الحروف بھی بندیال شریف زیر تعلیم تھا۔ ان دنوں طریقہ یہ تھا کہ دوپہر کے وقت ایک ایک روٹی فی کس ملتی تھی (وہ روٹی خاصی بڑی ہوتی تھی) جسے طلباء دوپہر کے وقت لسی کے ساتھ کھاتے۔ لیکن سعیدی صاحب

کے لئے لسی مصر تھی اس لئے اکثر و بیشتر لقمہ منہ میں ڈال کر اوپر سے پانی کا گھونٹ پی لیتے اور اس طرح پوری روٹی کھا لیتے اور کبھی کبھار چار پیسے کا گڑ لے لیتے اور اس سے روٹی کھا لیتے (دراصل ان دنوں بندیال شریف کے مدرسے کی آمدن کچھ اتنی نہ تھی کہ طلباء کا انتظام بہتر بنایا جا سکے۔ اب بفضلہ تعالیٰ پہلے کی نسبت بہت بہتر انتظام ہے)

تین ساڑھے تین سال بندیال شریف رہے اور معقول و منقول کی آخری کتب مثلاً قاضی مبارک حمد اللہ شمس بازغہ صدرا خیالی ہدایہ اخیرین مشکوٰۃ شریف، ترمذی شریف وغیرہ پڑھی۔ تصریح اقلیدس استاذ العلماء جامع معقول منبع منقول مولانا ولی النبی صاحب سے اور سراجی مولانا العلامہ مختار احمد صاحب سے جامعہ قادریہ لائلپور میں پڑھی۔

مروّجہ علوم و فنون کی تکمیل کے بعد ۱۹۶۶ء کی ابتداء میں جامعہ نعیمیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوئے۔ اب تک پوری تندہی کے ساتھ تدریس، افتاء اور خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

مناظرہ دیوبندی اور وہابی حضرات دوسرے کئی اچھے کاموں کی طرح محفلِ میلاد منعقد کرنے سے بھی منع کرتے ہیں اسے بدعت اور کنھیا کے جنم کی مثل سوانگ قرار دیتے ہیں۔ ۱۹۶۶ء میں حلقۂ گڑھی شاہو میں ایک وہابی نے اہلِ سنّت وجماعت کو محفلِ میلاد منعقد کرنے پر سخت سست کہا حتیٰ کہ نوبت مناظرے تک جا پہنچی۔ سُنیوں کی طرف سے فاضل نوجوان مولانا غلام رسول صاحب سعیدی اور وہابیوں کی طرف سے فریق مخالف کے مشہور و معروف مناظر مولوی عبدالقادر صاحب روپڑی مناظر مقرر ہوئے۔ مولانا سعیدی صاحب کا یہ پہلا مناظرہ تھا۔ دوران مناظرہ روپڑی صاحب نے یہ کہہ دیا اگر محفل میلاد منانا کوئی اچھا کام ہوتا تو حضور اسے ضرور کرتے۔ اب اگر کوئی شخص اسے اچھا کام سمجھ کر کرتا ہے تو یہ حضور کی توہین ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ایک اچھا کام حضور نے نہیں کیا۔ اس پر سعیدی صاحب نے گرفت کی کہ قرآن کریم کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکجا مصحف میں جمع نہیں فرمایا۔ تمہارے قول کے مطابق یہ کام اچھا نہ ہوا حالانکہ شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق اور

عمر فاروق رضی اللہ تعالے اعنہما نے یہ کام انجام دیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ حضرات شیخین کریمین نے اچھا کام نہیں کیا۔ یہ صحابہ کرام کی توہین و بے ادبی ہے لہٰذا اس بات کو واپس لو۔ اس سخت گرفت پر روپڑی صاحب نے بھرے مجمع میں قرآن مجید اُٹھا کر انکار کردیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی اس طرح انہیں برسرِ مجلس شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

دوسری دفعہ ۱۰ ارنومبر ۶۹ء میں محلہ توحید گنج لاہور میں روپڑی صاحب ہی کے ساتھ علم غیب کے موضوع پر مناظرہ طے پایا۔ اوّل تو وہ مقررہ وقت آٹھ بجے کی بجائے ساڑھے گیارہ بجے آئے۔ پھر گفتگو شروع ہوئی تو آخر میں سعیدی صاحب نے علمک مالم تکن تعلم الآیہ کے تحت مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی عبارت تفسیر فتح البیان سے پیش کی جس میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کچھ وقت تو روپڑی صاحب جواب دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن جب نہ بن آیا تو میدان چھوڑ کر چل دئے۔ اس وقت عجیب نظارے کا عالم تھا۔ یہ سعیدی صاحب کی دوسری روشن کامیابی تھی۔

تصنیفات

مولانا سعیدی صاحب مدرس، مفتی اور خطیب ہونے کی وجہ سے بے حد مصروف آدمی ہیں لیکن اس کے باوجود میدانِ تحریر میں بھی خاصے طاق واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ حیات "استاذ العلماء" مولانا یار محمد صاحب بندیالوی قدس سرہٗ آپ ہی کی تحریر ہے۔ تسخیر قمر، حضور کی نمازِ جنازہ، فلسفۂ قربانی وغیرہ پر آپ نے مبسوط مضامین لکھے ہیں جو کہ شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی مایۂ ناز اور قابلِ صد افتخار تصنیف "توضیح البیان لخزائن العرفان" ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا ترجمۂ قرآن مجید بے نظیر و بے مثال ترجمہ ہے۔ تمام معتبر تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ اہلِ علم کا کہنا ہے کہ اُردو زبان میں ایسا جامع اور مکمل ترجمہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس پر حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ کا حاشیہ تو سونے پر سہاگہ

ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کا فیصلہ اہلِ علم مطالعے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

یہ گرانمایہ ترجمہ اور بلند پایہ تفسیر جہاں اہل سنّت وجماعت کے لئے سرمایۂ افتخار و شادمانی ہے وہاں مخالفین کے لئے پیغام رشد وہدایت ہے ۔ البتہ بغض وعناد کی عینک لگا کر دیکھنے والے اسے اپنے لئے پیام اجل سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب تاج کمپنی والوں نے بے پناہ اہمیت اور مقبولیت کے پیش نظر اس ترجمہ و تفسیر کو شائع کیا تو مخالفین کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔ پہلے تو تاج کمپنی کے دیوبندی کارکنندگان نے اسرائیلی حربے تحریف سے کام لیا۔ ترجمہ و تفسیر میں ردّ و بدل کر کے اسے اپنے مسلک کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ جب اس پر بھی دل ٹھنڈا نہ ہؤا تو وہی پرانے اعتراضات جن کا جواب اہلِ سنت وجماعت کی طرف سے بارہا دیا جا چکا ہے لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور گکھڑ کے مولوی سرفراز صاحب صفدر نے انہی اعتراضات کو یکجا کر کے ایک کتابچہ "تنقیدِ متین بر تفسیر نعیم الدین" لکھ مارا بزعم خویش وہ بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔

سرفراز صاحب اس کتاب میں کوئی نیا شبہ یا اعتراض تو نہ پیش کر سکے۔ لیکن اس کتاب میں علمائے اہلِ سنت وجماعت کے اکابر علماء کے بارے میں وہ بازاری زبان اختیار کی کہ تہذیب وشرافت انگشت بدنداں رہ گئی۔

اہلِ سنت وجماعت کے اکابر علماء کے شایان شان نہ تھا کہ ایسے آوارہ قلم آدمی کو منہ لگاتے لیکن حضرت العلامہ ادیب، محقق مدقق فاضل نوجوان مولانا غلام رسول صاحب سعیدی مسلک اہلِ سنت وجماعت اور اساطین اہلِ سنّت کے بارے میں ہرزہ سرائی کو برداشت نہ کر سکے۔ حمیّتِ دینی نے انہیں پکارا تو وہ بے انداز مصروفیات کے باوجود شمشیرِ قلم لے کر میدان میں نکل آئے اور بکمال حُسن وخوبی کے ساتھ مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کی طرف سے دفاع کیا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا الجزاء۔

مولانا سعیدی صاحب نے توضیح البیان میں ہر مسئلے کو دلائل وبراہین کی روشنی میں اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ سرفراز صاحب کے اطمینان کے لئے اُن

لوگوں کی عبارتیں بھی بکثرت پیش کر دی ہیں جن کے کندھوں پہ دیوبندی نظریات کی عمارت قائم ہے۔ سرفراز صاحب کے شکوک و شبہات کا پوری طرح صفایا کر دیا گیا ہے۔ سرفراز صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات کے خانہ ساز قواعد پر بے شمار اعتراضات کر کے انہیں ناقابلِ قبول قرار دے دیا ہے۔ بہت سے مقامات پر سرفراز صاحب کی دست گیری اور راہ نمائی بھی فرمائی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ سرفراز صاحب نے مقصد براری اور حق کا انکار کرنے کے لئے قطع و برید کی قینچی کو بڑی چابکدستی سے استعمال کیا ہے۔ مولانا سعیدی صاحب نے اس دجل و فریب کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔ سرفراز صاحب نے اپنی کم مائیگی یا عناد کی وجہ سے ترجمہ یا تفسیر کے جس مقام پر اعتراضات کئے ہیں وہاں مولانا سعیدی صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ ترجمہ اور تفسیر گو کہ معتزلہ کے مذہب کے موافق نہیں لیکن اہلِ سنت وجماعت کی تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے جسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ پھر لطف یہ ہے کہ "توضیح البیان" جس طرح تنقید کا بہترین شاہکار ہے اسی زبان وادب کا بہترین مرقع ہے۔

اللہ تعالے کا فضل و کرم ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان ہزارہ متوسط طور پر بلند آواز سے ذکر کرتے کے متعلق حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کا رسالہ "ذکر بالجہر" پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اس میں حضرت علامہ نے قرآن شریف حدیث پاک اور علمائے امت کے اقوال سے مسئلے کے ہر پہلو کو بڑی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے۔ مخالفین کی تسلی کے لئے جا بجا علمائے دیوبند کے اقوال بھی پیش کئے ہیں۔ منکرین خاص طور پر سرفراز صاحب کے شکوک و شبہات کا مکمل طور پر جائزہ لیا ہے۔ ناظرین مطالعے کے بعد ہی اس رسالے کی اہمیت کا پوری طرح اندازہ لگا سکیں گے۔

اراکین جمعیت حضرت مولانا سعیدی صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی ہمیں شکریے کا موقع دیتے رہیں گے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری بلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآنِ کریم اور احادیثِ طیبہ میں اَن گنت مواضع اور بے حساب مقامات پر ذکر اللہ کی رغبت دلائی گئی ہے اور رمزِ قرآن اور روح احادیث سے آشنا حضرات پر مخفی نہیں کہ قرآن، حدیث اور عبارات علماء میں ذکر کا کئی معانی پر اطلاق کیا گیا ہے۔ ذکر باللسان[۱] ذکر بالعقل[۲] اور ذکر بالقلب[۳]۔ ہم پہلے ان تینوں اقسام کا اجمالی ذکر کرتے ہیں اور پھر ذکر بالجہر پر کھُل کر گفتگو کریں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں بعض مبتدعین نے اس کا انکار شروع کر دیا ہے۔ فنقول وباللہ التوفیق۔

ذکر باللسان

قرآنِ کریم میں اللہ تعالےٰ نے زبان سے ذکر بالجہر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ آبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (اللہ تعالےٰ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اور اس کی حمد وثنا بیان کرو جس طرح تم مجالس میں اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر بیان کرتے ہو بلکہ اللہ تعالےٰ کا ذکر اس سے بھی زیادہ کرو) اس ذکر سے مقصود یہ ہے کہ زبان سے اللہ تعالےٰ کے اسماء وصفات کا ذکر کیا جائے۔ عام ازیں کہ خلوت میں ہو یا جلوت میں۔ جیسا کہ صوفیاء قدست اسرارہم کا طریقہ ہے کہ ایک جماعت حلقہ بنا کر بیٹھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے چنانچہ احادیثِ صحیحہ میں اس کی اصل موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للّٰہ تبارک وتعالیٰ ملائکۃً سیارۃً یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسًا فیہ ذکر قعدوا معھم وحف بعضھم بعضًا باجنحتھم حتیٰ یملئوا ما بینھم و بین السماء الدنیا۔

حضرت ابی ہریرہ نبی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے بزرگ فرشتوں کی ایک جماعت کو خاص کر لیا ہے جو کہ مجالسِ ذکر کو ڈھونڈتی ہیں پس وہ جماعت جب کسی مجلس میں لوگوں کو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہوئے پاتی ہے تو وہاں بیٹھ جاتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ یہاں تک

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ (مشکوٰۃ شریف صہ ۱۹۷) کہ زمین و آسمان کی ساری فضا فرشتوں سے بھر جاتی ہے۔

ذکر بالعقل

دلائلِ توحید اور آیاتِ الٰہیہ میں غور و فکر کرنے پر بھی ذکر کا اطلاق کرتے ہیں۔ اس ذکر مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت و جلال میں غور کرے۔ اس کی جبروت و ملکوت میں محوِ فکر ہو اور زمین و آسمان میں اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات و صفات پر جو نشانیاں قائم کی ہیں، ان نشانیوں کو تلاش کرے۔ اور نشان پر پہنچ کر صاحبِ نشان کو یاد کرے۔ مثلاً درندوں کی چیرہ دستی کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کے قہر و غضب کو یاد کرے۔ اولاد پر ماں کی شفقت کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی رحمت کو یاد کرے۔ اور بلند و بالا پہاڑوں کے غرور کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ہیبت کو یاد کرے۔ وسیع و محیط آسمانوں کی پہنائی کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی عظمت کو یاد کرے۔ وعلی ھذا القیاس۔ صحیح مسلم میں ہے۔ مشکوٰۃ شریف صہ ۱۳۰۔ کہ جب سورج گہنا جاتا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پریشان ہو جاتے جیسے قیامت آگئی ہو۔ اور فوراً نماز پڑھتے۔ خدا سے رحمت کی دعائیں مانگتے اور فرماتے ھذہ الآیات التی یرسل اللہ لا تکون لموت احدٍ ولا لحیوتہٖ ولکن یخوف اللہ بھا عبادہ فاذا رأیتم شیئاً من ذلک فافزعوا الی ذکرہٖ۔

یہ وہ نشانیاں ہیں جو کسی کی موت و حیات کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ ان نشانیوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس اس وقت تم اس کے ذکر کی پناہ میں آجاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ سورج کو گہن طاری کر دینا اور اس کو بے نور کر دینا اللہ تعالےٰ کے غضب کو ظاہر کرتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف زدہ ہونا اس لئے تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہ ہو جائے۔ اور آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ ایسی علامتوں کے ظہور کے وقت خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ جو خدا سورج کو بے نور کر سکتا ہے وہ ہماری آنکھوں اور دلوں سے بھی نور چھین لینے پر قادر ہے پس بندے کو ایسے وقت میں چاہیئے کہ خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرے، اس سے ڈرتا رہے

اور خوف کھاتا رہے۔ اور دعا و استغفار میں کوشش کرتا رہے۔

ذکر بالقلب

ذکر بالقلب کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔

ذکر بالقلب کے دو مرتبے ہیں۔ ایک عوام کا مرتبہ اور ایک خواص کا۔ عوام کا مرتبہ یہ ہے کہ امر و نہی کے وقت خدا کو یاد رکھے۔ مثلاً جس وقت حیّ علی الصلوٰۃ کی ندا کی جائے تو نماز پڑھ کر خدا کو یاد کرے۔ اور جب طبلِ جہاد بجایا جائے تو شمشیر بکف ہو کر خدا کو یاد کرے۔ انسان کی زندگی میں کئی مرتبہ ایسے موڑ آتے ہیں کہ وہ خلق اور خالق کی یاد کی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر خلق کو بھول کر خالق کو یاد رکھنا ہی معراج ذکر ہے۔ مثلاً کسی آفیسر کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ اپنی بہن کی شادی کے واسطے، ماں باپ کے علاج کے لئے اور بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اسے کوئی شخص اتنی رشوت پیش کرتا ہے جس سے اس کے یہ سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر وہ بہن کا جہیز، بچوں کی تعلیم اور بیمار باپ کو بھول جائے اور یہ یاد رکھے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول نے رشوت لینے سے منع فرمایا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی یاد ہے۔ اور اگر اس موقع پر وہ خدا کی نہی بھول کر اپنے مسائل یاد رکھے تو وہ ذاکر بالقلب نہیں ہے۔

ذکر بالقلب کا دوسرا مرتبہ خواص اور مقربین کا ہوتا ہے جن کا دل کسی آن یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتا اور وہ خالق کے جلووں میں اس طرح گم ہوتے ہیں کہ انہیں مخلوق کی طرف کوئی التفات نہیں ہوتا۔ اور اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جو فرماتے ہیں لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل (میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں میرے ساتھ نہ کوئی ملک مقرب گنجائش رکھتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنِ الوہیت کے جلوؤں میں اس طرح محو تھے اور محبت الٰہی سے ایسے سرشار تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ باقی مخلوقات کی طرف تو کیا ہوتی۔

خود اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدیٰ۔ ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ اور اپنی ذات میں گم پایا۔ تو آپ کو مخلوق کی طرف متوجہ کیا کہ آپ تو معرفتِ ربوبیت یادِ الٰہی اور ذکرِ خداوندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ ذرا مخلوق کی طرف توجہ فرمائیں کہ انہیں بھی آپ کے بحرِ بیداماں مقام سے کچھ قطرے حاصل ہو جائیں اور آپ کے فیضانِ نظر اور انقلاب آور التفات سے ان کی کایا پلٹ جائے۔ گمراہی کی متلاطم موجوں سے تھپیڑے کھانے والے ساحلِ ہدایت پر آ لگیں۔ صبحِ نور کی آمد سے ظلمت کافور ہو جائے اور توحید کی بلند بانگ گونجوں سے لات ومنات کے سینے پھٹ پڑیں۔ معصیت اپنا سر جھکا لے اور قدسیوں کی عید ہو جائے۔

عنوانات بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ ذکر کی تین اقسام ہیں۔ اس وقت موضوعِ سخن ذکر بالجہر سے ہے کیونکہ مبتدعین دیوبند اور ذریتِ محمد بن عبدالوہاب ذکر بالجہر کو بدعت حرام اور نہ جانے کن کن احکام سے نوازتے ہیں اس لئے ہم اس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں پوری تحقیق سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ باطل کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور متلاشیانِ حق پر حق اپنے تمام پہلوؤں سے واضح ہو جائے فنقول و باللہ التوفیق۔

ذکر بالجہر پر قرآنِ کریم سے دلائل

ذکر بالجہر اور ذکر بالسر دونوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہیں البتہ بعض صورتوں میں سر مستحب ہے اور بعض صورتوں میں جہر مستحسن ہے۔ یہ کلام جہرِ متوسط میں ہے۔ اور بعض عبارات میں جس جہر پر کردہ، بدعت یا حرام کا اطلاق کیا گیا ہے۔ وہ جہر مفرط (حد سے زیادہ بلند آواز سے ذکر) یا جہر مخلوط بالریا پر محمول ہے اور وہ ہمارے دعوے سے خارج ہے اور جس جہر میں ہمارا کلام ہے وہ قرآنِ کریم کی مذکورہ ذیل آیت میں صراحۃً منصوص ہے۔

فاذکروا اللہ کذکرکم آبائکم او | اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباء کا ذکر

اَشَدَّ ذِكرًا۔ (قرآنِ کریم) کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے اور اپنے باپ دادا کے کارناموں کو فخر کے ساتھ بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بجائے آباء کے ذکر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اور اہلِ فہم پر مخفی نہیں ہے کہ لوگوں کے سنانے کے لئے جو ذکر ہوگا وہ بالجہر ہی ہوگا۔ پس اس آیہ کریمہ سے صراحتًہ ذکر بالجہر کا جواز ثابت ہوا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

دیگر آنکہ جہرِ مذکور مشروع است بے شبہ (الی ان قال) ازادلہ آنست قول حق سبحانہ وتعالیٰ کذکرکم اٰبائکم	جان لو کہ ذکر بالجہر بلا شبہ جائز ہے اور اس کے دلائل میں سے اللہ سبحانہٗ کا فرمان ہے۔ کذکرکم اٰبائکم۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ صـ۲۷۸)

نیز قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم۔	پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔

سیدالمفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لہ۔ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی ذکر بالجہر پر یوں استدلال کرتے ہیں۔

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعیٰ فی خرابھا

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو مساجد میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ذکر سے منع کرتا ہے اور مساجد کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے) ظاہر ہے کہ منع بدون اطلاع ذکر ممکن نہیں اور اطلاع بدون جہر غیر متصور ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم صـ۳۴۳ مجتبائی) شرف بریلوی

عن ابن عباس فی قولہ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم قال باللیل والنہار فی البر والبحر وفی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحۃ والسر والعلانیۃ وعلی کل حال۔	فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبکم کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے رات اور دن میں دریا اور خشکی میں سفر اور حضر میں فراغت اور تنگدستی میں بیماری اور صحت میں سرّا اور جہراً ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔

(درِّ منثور للامام السیوطی الشافعی جلد ۲ صہ ۲۱۴۔ تفسیرات احمدیہ لملا جیون الحنفی صہ ۲۰۳
احیاء العلوم للغزالی جلد ا صہ ۳۰۱)

قرآنِ کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

فاذکرونی اذکرکم	تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

قرآنِ کریم کی اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے اور ذکر کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہ کرنا اس کے عموم اور اطلاق کو ظاہر کرتا ہے اور اصولِ حنفیہ میں مقرر ہے کہ نصوص مطلقہ کو ان کے اطلاق اور عموم پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسی

لہ۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں

راقم کی رائے میں قول مجوزین (جہر کو جائز کہنے والوں) کا صحیح اور ان میں مفصلین (ریا یا اذیت وغیرہ کا خطرہ نہ ہو تو جہر افضل ورنہ سرّا افضل) کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات و احادیث و اقوال علماء کے جمع ہو جاتے ہیں بحر ان خیر الامور اعدلہا۔ پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاقِ ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے
(امداد الفتاوی جلد چہارم صہ ۲۵ مجتبائی)

فتاوی امدادیہ جلد چہارم صہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔
پس ثابت ہوا کہ ذکر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں یہی ارجح و اصح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جائے تب بھی عوام کو منع نہ کریں کہ اسی بہانہ کچھ خیر کر گزرتے ہیں۔ چنانچہ خود مانعین نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ شرف لاہوری

وجہ سے علامہ جلال الدین سیوطی جمل، خازن حافظ ابن کثیر اور نواب صدیق حسن بھوپالی وغیرہم مفسرین نے اس آیت کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ

من ذکرنی فی نفسہٖ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم (جو مجھے اکیلا یاد کرے میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں) جو ذکر بالسر و ذکر بالجہر دونوں پر دلالت کرتی ہے۔ کما سیاتی پس ثابت ہوا کہ ذکر بالسر والجہر دونوں مامور بہ ہیں۔ دیکھئے اسی آیت کے تحت سلیمان جمل سیوطی کی نقل کردہ حدیث من ذکرنی فی نفسہٖ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ای خالیا عن الخلق ولو جھرا (یعنی فی نفسہٖ کا مطلب ہے اکیلا ذکر کرے خواہ ذکر بالجہر ہی کیوں نہ ہو)

اور علامہ خازن فرماتے ہیں۔

الذکر یکون باللسان وھو ان یسبحہ ویحمدہ و یمجدہ نحو ذالک من الاذکار ویکون بالقلب وھو ان یتفکر فی عظمۃ اللہ تعالیٰ۔ (تفسیر خازن جلد ا صہ ۹)	ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور تمجید کی جائے اور ذکر قلب سے بھی کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کیا جائے۔

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

اما الذکر فقد یکون باللسان وقد یکون بالقلب وقد یکون بالجوارح فذکرھم ایاہ باللسان ان یحمدوہ ویسبحوہ ویمجدوہ ویقرؤا کتابہ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صہ ۳)	ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہے کبھی قلب سے اور کبھی اعضاء ظاہرہ سے۔ زبان سے ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کریں اور اس کی کتاب پڑھیں۔

اور علامہ ابن ابی النصر البقلی الشیرازی فرماتے ہیں۔

ان الذاکرین علی مراتب قوم	ذاکرین کے مرتبہ میں ایک وہ قوم ہے جو زبان

ذکر واللہ بالسنۃ ناطقۃ وقلوب عارفۃ حتی وجد واحلاوۃ الذکر وقوم ذکر واللہ بافعال مخلصۃ وطاعات مرضیۃ۔

اور قلب عارف سے ذکر کرتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ذکر کی مٹھاس پاتے ہیں اور ایک قوم وہ ہے جو اللہ کی یاد افعال مخلصہ اور پسندیدہ عبادات سے کرتی ہے۔

(تفسیر عرائس البیان جلد ۱ صہ ۳۲)

اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں۔

الذکر یکون باللسان وھو التسبیح و التحمید ونحو ذالک من الاذکار الماثورۃ ویکون بالقلب وھو التفکر فی الدلائل الدالۃ علی واحدانیۃ وبدائع خلقہ ویکون بالجوارح وھوالاستغراق فی الاعمال التی اُمِروا بھا۔

ذکر زبان سے ہوتا ہے اور وہ تسبیح اور تحمید اور دوسرے ماثورہ اذکار ہیں اور قلب سے بھی ہے اور وہ دلیل توحید میں تفکر کرنے کو کہتے ہیں اور جوارح سے ہوتا ہے اور وہ عبادات بدنیہ میں اشتغال کو کہتے ہیں۔

(تفسیر فتح البیان جلد ۱ صہ ۲۰۳)

افضلیت جہر

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر واضح ہوگئی کہ زبان سے ذکر بالجہر اور قلب سے ذکر بالسر دونوں ہی فاذکرونی کے عموم میں داخل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر بالسر اور ذکر بالجہر دونوں ہی جائز اور مستحسن ہیں بلکہ بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ذکر بالجہر ذکر بالسر پر فضیلت رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

وعن ابی قتادۃ قال ان رسول اللہ | حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[1] مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں

عزیزم السلام علیکم ورحمۃ اللہ ذکر دونوں طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ بھی جہر کریں۔ مگر اس قدر جہر نہ ہو کہ لوگوں کو تکلیف پہنچے۔

(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم صہ ۲ مجتبائی) شرف لاہوری

صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ فاذا ھو بابی بکر یصلی یخفض من صوتہ و مر بعمر وھو یصلی رافعا صوتہ قال فلما اجتمعا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ابابکر مررت بک وانت تصلی تخفض صوتک قال قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ وقال لعمر مررت بک وانت تصلی رافعا صوتک فقال یا رسول اللہ او قظ الوسنان واطرد الشیطان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ارفع من صوتک شیئا وقال لعمر اخفض من صوتک شیئا۔

رواہ ابوداؤد والترمذی نحوہ

مشکوٰۃ شریف

ص ۱۰۷

مروی ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابوبکر کے پاس سے گزرے جو آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر کے پاس سے گزرے جو بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ پس جب دونوں حضور نبی کریم کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر میں تیرے پاس سے گزرا تیری آواز نماز میں پست تھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے میری مناجات تھی میں نے اسے اپنی بات سُنا دی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس سے گزرا اور تمہاری آواز بہت بلند تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں سوتوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اے ابوبکر تم اپنی آواز کو قدرے بلند کرو اور حضرت عمر سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو پست کرو۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جہر مفرط سے جہر معتدل کی طرف راجع کیا لیکن جہر کو بہر حال باقی اور مقرر رکھا اور حضرت صدیق اکبر کو سِر سے جہر کی طرف راجع فرمایا، چنانچہ فرمایا یا ابابکر ارفع من صوتک شیئاً۔ پس اس فرمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع صوت

کا امر فرمایا اور طریق سلوک میں مقرر ہے کہ شیخ سالک کو ادنیٰ مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کی طرف بڑھاتا ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر کو سر محض سے جہر معتدل کی طرف لے جانا اس امر پہ واضح دلیل ہے کہ سرِ محض پہ جہر معتدل عظیم فوقیت رکھتا ہے۔

اس مقام پر ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ ارفع من صوتک شیئاً۔ آواز اونچی کرو) کا مطلب جہر نہیں ہے جس میں دوسرا بھی سنتا ہے بلکہ اس سے اسماع لنفسہٖ (اپنے آپ کو سنانا) مراد ہے یعنی اس طرح پڑھو کہ صرف تم سن سکو فلھذا اس سے جہر ثابت نہیں ہوتا۔

اس کا جواب ملا علی قاری کی زبان سے سنیئے وہ ارفع من صوتک شیئاً کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ای قلیلاً لینتفع بک سامعٌ و لیتعّظ مھتد۔ آواز کو بلند کرو تاکہ سننے والے کو تم سے نفع حاصل ہو اور متلاشیٔ ہدایت کو ہدایت حاصل ہو۔ آگے چل کر فرماتے ہیں واجعل للخلق من قراءتک نصیبا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امر رفع صوت کا مطلب یہ تھا کہ اے ابوبکر اپنی قرأت سے مخلوق کے لئے کچھ حصہ رکھو۔ ان تصریحات سے یہ امر واضح ہوگیا کہ ارفع من صوتک شیئاً سے اسماع النفس مراد نہیں ہے بلکہ اسماع للغیر مراد ہے وھوالمطلوب۔

دوسرا شبہ اس مقام پر یہ کیا جاتا ہے کہ اگر قاعدہ یہ ہے کہ شیخ سالک کو ادنیٰ سے اعلیٰ مرتبے کی طرف لے جاتا ہے اور اعلیٰ مرتبہ جہر ہے تو چاہیئے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر کو مزید رفع صوت کا امر فرماتے حالانکہ انہیں آواز کم کرنے کا امر ہوا اس کا جواب واضح ہے کہ اعلیٰ مرتبہ جہر معتدل اور رفع متوسط ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ وابتغ بین ذالک سبیلا۔ اور حضرت عمر کی آواز چونکہ متوسط درجہ سے زیادہ تھی لہٰذا اس مقدار کا جہر متوسط کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جہر مفرط سے جہر متوسط کی طرف راجع

کرکے انہیں ادنیٰ سے اعلیٰ مرتبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔

تیسرا شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث جہر تو بالخصوص نماز کے بارے میں وارد ہے اسے ذکر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ نماز ی کے ذِکر مخصوص کے بارے میں وارد ہے لیکن اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے کہ خاص کا حکم عام پر اس وقت جاری نہیں ہوتا جب اس حکم کا مقتضیٰ خاص کی خصوصیت ہو اور جب اس حکم کا منشاء خاص کی خصوصیت نہ ہو تو پھر خاص کا وہ حکم حقیقت میں عام ہی کی طرف راجع ہوتا ہے اور ما نحن فیہ میں ذکر بالجہر کے لئے نماز مخصص نہیں ہے کیونکہ یہ رات کی نفلی نماز تھی اور رات کو نوافل میں قرائت بالسر اور بالجہر دونوں طرح جائز ہے۔ یعنی رات کی نفلی نماز قرائت جہریہ کے ساتھ خاص نہیں ہے پس ظاہر ہوا جہاں سر اور جہر دونوں جائز ہوں وہاں مطلوب اور مستحسن جہر ہوتا ہے۔

ثانیاً استدلال کا مرکزی لفظ ارفع من صوتک شیئاً" (اپنی آواز بلند کر) ہے اور اس کو حضور علیہ السلام نے فی الصلوٰۃ کے ساتھ مقید نہیں فرمایا۔ فلہٰذا وہ اپنے عموم اور اطلاق پر رہے گا۔ کما ھو مقرر فی الاصول۔

ثالثاً یہ صحیح ہے کہ ارفع من صوتک شیئاً صلاۃ اللیل کے بارے میں وارد ہے لیکن ذوی الافہام پر مخفی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا۔

رابعاً۔ استاذ المحدثین شیخ مشائخنا علامہ ابنِ حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ صفحہ [۶۵] پر اس حدیث سے ذکر بالجہر پر استدلال کیا ہے۔

بحمد اللہ العزیز۔ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ ذکر بالجہر ذکر بالسر پر فضیلت رکھتا ہے۔ اب ہم آپ کے سامنے جہر کی فضیلت پر

---

[۱] حضرت علامہ فاضل اجل شیخ تاج الدین احمد بن عطاء اللہ سکندری نے مفتاح الفلاح ومصباح الارواح میں ذکر کے چند فضائل ذکر کئے ہیں افادیت کے پیشِ نظر ان میں سے بعض

(باقی صفحہ ۲۳)

تیس وجوہ پیش کرتے ہیں جن میں سے بعض وجوہ علماء اعلام نے اپنی تصانیف میں ذکر فرمائی ہیں۔ اور اکثر وجوہ اللہ عزّوجل نے راقم الحروف کے قلب پر القاء فرمائیں۔

۱۔ ذکر بالجہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مطلوب ہے کما ھو مستفاد من

نقل کئے جاتے ہیں۔

ذکر (۱) اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے (۲) شیطان کو دور کرتا ہے، اسے روکے رکھتا ہے اور اور ناراض کرتا ہے (۳) دل سے رنج والم کو دور کرتا ہے (۴) دل کو خوش اور مسرور کرتا ہے (۵) دل اور بدن کی تقویت کا باعث ہے (۶) چہرے اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) ظاہر و باطن کی اصلاح کرتا ہے (۸) فراخیٔ رزق کا باعث ہے (۹) ہمیشہ ذکر کرنا جنّت کا سبب اور عظیم دروازہ ہے (۱۰) ذکر مراقبے تک پہنچاتا ہے جس کے ذریعے مقام احسان حاصل ہوجاتا ہے اور بندہ اپنے ربّ قدوس کی اس طرح عبادت کرنے لگ جاتا ہے کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے (۱۱) ربّ کریم کے قرب کا باعث ہے (۱۲) بندے کے دل میں معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۳) اس سے بندے کو اپنے رب کی جلالت کا احساس پیدا ہوتا ہے (۱۴) اس سے انسانی دل زندگی حاصل کرتا ہے جیسے بارش سے کھیتی (۱۵) ذکر روح کی قوّت ہے جیسے کہ غذا بدن کی (۱۶) اس کی وجہ سے دل غفلت اور اتباع شہوت کے زنگ سے صاف ہوجاتا ہے (۱۷) فکر کے لئے ذکر وہی حیثیت رکھتا ہے جو تاریکی میں بصارت کے لئے چراغ (۱۸) گناہوں کو ختم کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے ان الحسنٰتِ یذھبن السیئاتِ (۱۹) اس وحشت کو دور کرتا ہے جو غافل بندے کو پیدا ہوجاتی ہے (۲۰) جو شخص خوشحالی میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ مصیبت کے وقت اس پر انعام فرماتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب ذکر کرنے والا دعا مانگتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے ربّ کریم یہ آواز بھی جانی پہچانی ہے اور بندہ بھی شناسا ہے اور جب ذکر سے غافل رہنے والا دُعا مانگتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں اے ربّ قدوس یہ آواز اور بندہ دونوں ہی غیر معروف ہیں (۲۱) اس سے بڑھ کر اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی عمل نہیں (۲۲) ذکر کی وجہ سے سکون واطمینان نازل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ (۲۳) فرشتے ذکر کرنے والے کا احاطہ کرتے ہیں (۲۴) زبان کو غیبت جھوٹ اور ہر باطل بات

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ارفع من صوتک شیئاً۔

۲۔ ذکر بالجہر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا معمول ہے (کما فی خبر مسلم وسیاقی۔

سے روکتا ہے (۲۵) ذکر کرنے والے کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا (۲۶) بلکہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ (۲۷) ذکر کے ساتھ رونا بھی شامل ہو جائے تو یہ قیامت کے دن عرش مجید کا سایہ ملنے کا سبب ہے۔ (۲۸) جو شخص دُعا کی بجائے ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہترین جزاء دے گا (۲۹) جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہے (۳۰) دُنیا و آخرت میں نسیان سے بچاتا ہے (۳۱) ذکر پراگندہ خیالی کو دُور کرتا (۳۲) دل سے قساوت کو دُور کر کے نرمی اور فرحت پیدا کرتا ہے (۳۳) ذکر دل کی ہر مرض کی دوا ہے جبکہ غفلت دل کی بیماری ہے (۳۴) اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والوں سے ملائکہ کے سامنے فخر فرماتا ہے (۳۵) ذکر کرنے سے جنت میں مکانات بنائے جاتے ہیں (۳۶) ذکر آدمی اور آگ کے درمیان دیوار ہے۔ اگر آدمی ہمیشہ ذکر کرے تو دیوار مضبوط ہو گی ورنہ کمزور (۳۷) ذکر کی لذتیں ہر کھانے اور پینے والی چیز سے زیادہ ہیں (۳۸) ذکر کرنے والے کے دل اور چہرے کو تروتازگی اور خوشی عطا کی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا چہرہ چاند سے بھی زیادہ روشن ہوگا (۳۹) اس کے لئے ہر جگہ گواہی دے گی جیسے کہ دوسری نیکیوں اور گناہوں کا معاملہ ہے (۴۰) ذکر کرنے والا زندہ ہے گو کہ ظاہری طور پر مر جائے اور غافل مُردہ ہے۔ اگرچہ بظاہر زندہ ہو (۴۱) ذکر موت کے وقت کی پیاس سے نجات دیتا ہے۔ (۴۲) خوفناک مقامات میں امن کا باعث ہے (۴۳) ذکر مومن شاکر کی علامت ہے منافق بہت کم ذکر کرتا ہے (۴۴) ذکر ایک آگ ہے جو ضرورت سے زیادہ کھائی ہوئی چیز کو جلا دیتی ہے (۴۵) تاریکیوں کو دُور کر کے انوار کو پیدا کرتا ہے۔

مفتاح الفلاح ص۱۱۸ بر حاشیہ لطائف المنن
جلد ثانی ۱۲
شرف لاهوری

۳۔ ذکر بالجہر سے انجانوں کو ذکر کی تعلیم ہوتی ہے۔

۴۔ ذکر نہ کرنے والوں کو ذکر کا شوق اور اس کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ فساق اور فجار کی قلوب پر ذکر سے ضرب لگتی ہے۔

۶۔ کفار پر ہیبت چھا جاتی ہے۔

۷۔ شوکتِ اسلام اور شعارِ دین ظاہر ہوتا ہے۔

۸۔ ذکر بالجہر سے زبان دل اور دماغ تینوں مشغول بعبادت ہوتے ہیں۔

۹۔ ذکر بالجہر میں مشقت ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے افضل العبادات احمزھا (افضل عبادت وہ ہے جس میں زیادہ مشقت ہو)

۱۰۔ ذکر بالجہر کا نفع متعدی ہے کیونکہ سننے والوں کو بھی ثواب ملتا ہے۔

۱۱۔ ذکر بالجہر ذاکر کو اونگھ، نیند اور سستی سے محفوظ رکھتا ہے اور جہر اس کی آنکھوں کو بیدار قلب کو مشتاق اور ذہن کو ہشیار رکھتا ہے۔

۱۲۔ ذکر بالجہر کی برکتیں ان تمام جگہوں پر پہنچتی ہیں۔ جہاں تک ذاکر کی آواز جاتی ہے چنانچہ انسان، حیوان، شجر، حجر سب جہر کی برکتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

۱۳۔ ذکر بالجہر کی وجہ سے ذاکر کو اپنے ذکر پر بکثرت گواہ ملتے ہیں جس جس جگہ آواز جاتی ہے وہ سب قیامت کے دن اس کے ذکر پر گواہی دیں گے۔

۱۴۔ ذکر بالجہر کرنے والوں کو فرشتے ڈھونڈتے ہیں۔ (کما فی خبر مسلم وسیاق)

۱۵۔ فرشتے ذکر بالجہر کرنے والوں کا زمین سے آسمان تک احاطہ کر لیتے ہیں۔

۱۶۔ ذکر بالجہر کرتے والوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی۔

۱۷۔ ذکر بالجہر کو لے جانے پر فرشتے مامور ہیں۔

۱۸۔ ذکر بالجہر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالےٰ بدکاروں کو بھی بخش دیتا ہے۔

۱۹۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس ذکر کو فرشتے سنتے ہیں۔ وہ اس ذکر پر ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے جسے فرشتے نہیں سنتے۔ (ماخوذ از فتاوی عزیزی)

۲۰۔ ذکر بالجہر سے ذاکر غیر کی اصلاح کے لئے کوشاں ہوتا ہے اور یہ طریق انبیاءؑ

کی پیروی ہے۔

۲۱۔ ذکر بالجہر کی وجہ سے ردی وسوسے اور کیفیات نفسانیہ مندفع ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔ عباداتِ کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ امتثالاً لقولہ تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث

۲۳۔ ذکر بالجہر کی وجہ سے مسلمان ایک مجلس میں جمع ہوتے ہیں۔

۲۴۔ ایک دوسرے سے ملاقات، تعارف اور دوستی کا سبب ہے۔

۲۵۔ ذکر بالجہر سے اللہ فرشتوں پر مباہات فرماتا ہے۔

۲۶۔ ذکر بالجہر بشر کے حق میں ملائکہ پر حجت ہے۔

۲۷۔ ذکر بالجہر کو بارگاہِ ایزدی میں حضوری کا شرف ملتا ہے۔

۲۸۔ ذکر بالجہر کی وجہ سے لوگ باہم عبادات میں تعاون کرتے ہیں۔

۲۹۔ ذکر بالجہر کے لئے جمع ہونا دوسری عبادت کی طرف پہنچانے والا ہوتا ہے
مثلاً سلام عند التلاقی والوداع عند الاختتام اور حسنِ معاشرت۔

۳۰۔ ذکر بالجہر سلسلہ اویسیہ و قادریہ و چشتیہ کا معمول ہے۔ وہمہ پیراں ما اند

مذکورہ بالا سطور میں ذکر بالجہر کی ذکر بالسر پر جو افضلیت بیان کی گئی ہے وہ اس وقت ہے۔ جب ریاء، ضررِ مسلمین اور خللِ عبادت کا خوف نہ ہو اور جب ان امور کا خوف ہو تو اس وقت ذکرِ بالسر افضل ہے۔ اور اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو ضررِ مسلمین اور خللِ عبادت محض ایک ظاہری امر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر سے نہ مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے نہ ان کی عبادت میں خلل پڑتا ہے اور اس کی کما حقہ تحقیق ہم انشاء اللہ العزیز آئندہ صفحات میں بیان کریں گے پس ثابت ہوا کہ ذکر بالسر کی افضلیت صرف ایک وجہ سے ہے اور وہ ہے خوفِ ریا پس اگر خوفِ ریا ہو تو ذکر بالسر افضل ہے اور اگر خوفِ ریا نہ ہو تو ذکر بالجہر افضل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک وجہ سے ذکر بالسر افضل ہے اور تیس۳۰ وجوہ سے ذکر بالجہر افضل ہے اور یہ بات بلا خوف و خطر کہی جا سکتی ہے کہ ریاء کا خوف ناقصین کو ہوتا ہے جن کا نفس مطمئن نہیں ہوتا اور اصحاب نفوس

مطمئنہ اور کاملین کو اخلاص میں اس قدر شدید اشتغال ہوتا ہے کہ وہاں اختلاط ریا کا تصوّر ہی نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ امام الکاملین رئیس المطمئنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ارفع من صوتک شیئاً۔ بلند آواز سے ذکر کرو۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر بالجہر کرنا انبیاء اور صدیقین کا معمول اور علماء اور کاملین کا طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں اوقات، اسباب اور دواعی مختلف ہوتے ہیں کبھی تدبّر اور تفکّر کا موقع ملتا ہے اور کبھی انسان سرشاری نعمت سے اس طرح معمور ہوتا ہے کہ اس کا دل اور زبان دونوں ذوق وشوق سے آباد ہوتے ہیں پس جواز تو ہر وقت ہے لیکن کسی وقت سرّ افضل ہوتا ہے اور کسی وقت جہر افضل ہوتا ہے۔ وھذا ھو التحقیق۔

ذِکر بالجہر پر احادیث سے دلائل

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ شریف صہ۸۹)

بخاری اور مسلم نے یہ حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر کہنے سے پہچانا کرتا تھا۔

شیخ محقق عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

گفتہ اند کہ مراد بتکبیر اینجا ذکر است۔ چناں کہ در صحیحین از ابن عباس آمدہ است کہ رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم معہود بود گفت ابن عباس می شناختم من انقضاء صلوٰۃ را بداں پستر آوردہ

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور اور مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معروف تھا اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں اختتام نماز

است۔ بخاری ایں حدیث را پس معلوم شد کہ مراد بتکبیر مطلق ذکر است۔ (اشعتہ اللمعات جلد ا صہ ۴۱۸)	کو ذکر بالجہر سے پہچانتا تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس حدیث کو ذکر کیا پس معلوم ہوا کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

امام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

هذا دليل لما قاله بعض السلف انه يستحب الجهر بالتكبير والذكر عقب المكتوبة وممن استحبه من المتأخرين ابن حزم الظاهري نووی	یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے اور متأخرین میں ابن حزم ظاہری کا یہی مسلک ہے۔

(شرح مسلم علی حاشیہ مسلم شریف جلد ا صہ ۲۳۷)

صحیحین کی اس حدیث کے بعد ذکر بالجہر پر دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ وعن عبد الله ابن الزبير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلوته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له (الحديث رواہ مسلم مشکوٰۃ صہ ۸۸)	صحیح مسلم میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر فرماتے تھے۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت بآواز بلندی خواند۔ (اشعتہ اللمعات جلد ا صہ ۴۱۹)	اور یہ حدیث ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔

۳۔ صحیحین کی ایک اور حدیث استحباب ذکر بالجہر پر ہدیۂ قارئین کی جاتی ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا

اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی و انا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملأ خیر منھم متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۶)	ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اکیلا یاد کرتا ہے تو میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ودراین حدیث دلیل است برجواز ذکر جہر چناں کہ گذشت۔	اس حدیث میں ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص۱۸۰)

صحیحین کی حدیث کے بعد اب استحباب ذکر بالجہر پر نسائی شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیے۔

عن عبدالرحمٰن بن ابزی عن ابیہ قال کان یقول اذا اسلم سبحان الملک القدوس ثلاثا یرفع صوتہ بالثالثۃ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۱۱۲)	عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین بار سبحان الملک القدوس فرماتے اور تیسری مرتبہ آواز بلند فرماتے۔

اس حدیث کے تحت شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

ودریں حدیث دلیل است برمشروعیت جہر بذکر وآں ثابت است بے شبہ۔	اس حدیث میں ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے اور وہ بلاشبہ ثابت ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص۵۳۷)

اور مُلّا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قال المظهر هذا يدل على جواز الذكر برفع الصوت على الاستحباب۔ (مرقاۃ شریف جلد۳ صـ۱۲۳)

علامہ مظہر نے فرمایا یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ مسلم شریف میں ہے

فی روایۃ مسلم قال ان للّٰہ ملائکۃ سیارۃ فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیہ ذکر قعدوا معھم وحف بعضھم بعضا باجنحتھم حتی یملؤا ما بینھم وبین السماء الدنیا فاذا تفرقوا عرجوا وصعدوا الی السماء قال فیسئلھم اللّٰہ وھو اعلم من این جئتم فیقولون جئنا من عند عبادک فی الارض یسبحونک ویکبرونک ویھللونک ویحمدونک ویسئلونک قال وماذا یسئلونی قالوا یسئلونک جنتک قال ھل راوا جنتی قالوا لا ای رب قال وکیف لو راوا جنتی قالوا ویستجیرونک قال ومما یستجیرونی قالوا من

کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو ذکر کی مجلسوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے پس جہاں مجلسِ ذکر ملتی ہے وہ اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ مجلسِ ذکر سے لے کر آسمان دنیا تک تمام فرشتوں سے بھر جاتی ہے اور جب یہ مجلس ختم ہوتی ہے۔ تو وہ آسمان کی طرف جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے) تم کہاں سے آئے ہو وہ کہتے ہیں تیرے بندوں کی مجلس سے آئے جو تیرا ذکر کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کیا مانگتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں جنّت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس وہ اگر جنّت دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا فرشتے عرض کرتے ہیں وہ پناہ مانگتے

نارک قال ھل رأونا دی قالولا قال فکیف لو رأوا نادی قالوا یستغفرونک قال فیقول قد غفرت لھم فاعطیتھم ما سألوا و اجرتھم مما استجاروا قال یقولون رب فیھم فلانٌ عبد خطّاءٌ وانما مر فجلس معھم قال فیقول ولہٗ غفرتُ ھم القوم لایشقیٰ بھم جلیسھم

مشکوٰۃ شریف ص۱۹۷

و

(مسلم جلد ۲ ص۳۵۲)

تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس سے پناہ مانگتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں یارب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دوزخ دیکھتے تو کتنی شدت سے پناہ مانگتے فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے بخشش مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور ان کا مطلوب انہیں عطا کیا۔ اور جس سے انہوں نے پناہ مانگی اس سے پناہ دے دی۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے بارالہ ان میں ایک گناہگار بندہ تھا جو یونہی راہ چلتا ہوا ان میں شامل ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان میں شامل ہو جائے وہ بھی ان کی وجہ سے بخشا جاتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر کرنا مطلوب ہے اور جو ذکر جماعت کے ساتھ ہو وہ ذکر بالجہر ہی ہوتا ہے۔ دیکھئے علامہ خیرالدین رملی فرماتے ہیں والذکر فی الملاء لایکون الاعن جھر (جماعت سے جو ذکر ہو وہ جہراً ہی ہوتا ہے۔ (فتاویٰ خیریہ ص۱۸۱)

ثانیاً۔ فرشتوں کا سُننا جہر پر قرینہ ہے کیونکہ سماعت صوت کی فرع ہے۔ بغیر آواز کے سُننے کا کوئی معنی نہیں۔ ثالثاً۔ حدیث شریف میں ہے یسبحونک یکبرونک ویھللونک ویحمدونک یعنی جماعت کے ساتھ سبحان اللہ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اور الحمد للہ کہتے تھے اور جب تک جہر کے ساتھ یہ کلمات ادا نہ کئے جائیں ان میں جماعتی رنگ پیدا نہیں

ہوسکتا کیونکہ ذکر بالسر میں کسی دوسرے کو پتہ نہیں اس نے کیا پڑھا۔کب شروع کیا کب ختم کیا۔
ان کلمات کی ادائیگی میں جماعتی انداز تب ہی پیدا ہوگا جب ہم آہنگ ہوکر جہراً یہ کلمات ادا کئے جائیں رابعًا امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حف بعضہم بعضاً کے تحت فرماتے ہیں۔

ای حث علی الحضور والاستماع نووی شرح مسلم شریف (مسلم جلد ۲ ص ۳۵۲)	یعنی بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کی مجلس میں حاضر ہونے اور ذکر سننے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

علامہ نووی کے اس کلام سے ظاہر ہوگیا کہ اس حدیث میں ذکر سے مُراد ذکر بالجہر ہے۔
ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں یلتمسون اھل الذکر کے تحت فرماتے ہیں۔

ای یطلبونھم لیزورھم ویستمعوا ذکرھم	بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کو بلاتے ہیں کہ وہ ذاکرین کی زیارت کریں اور ان کا ذکر سنیں۔

اور ھَلُمُّوا اِلٰی حَاجَتِکُمْ کے تحت فرماتے ہیں۔
ای مِنِ اسْتِمَاعِ الذِّکْرِ وَ زِیَارَۃِ الذَّاکِرِ اور ذکر سننے اور ذکر کرنے والے کی زیارت کے لیے۔
اور فِیْھِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَھُمْ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای مَا ذَکَرَ اللّٰہَ قَصْدًا اَوْ اِخْلَاصًا وَ لَا اِسْتِمَاعُ الذِّکْرِ ذِکْرٌ (مرقاۃ شریف جلد ۵ ص ۵۶ تا ۵۸)	یعنی اس شخص نے اللہ کا ذکر قصداً یا اخلاصاً نہیں کیا ورنہ ذکر کو سننا بھی ذکر ہوتا ہے۔

یہ عبارت فرشتوں کے قول پر پیدا ہونے والے ایک سوال کا جواب ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ ذاکرین میں ایک ایسا شخص تھا جو صرف ان کے پاس سے گذرا اور بیٹھ گیا یعنی

اس نے ذکر نہیں کیا) اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے ذاکرین کا سنا اور ذکر سننا بھی ذکر ہے تو پھر فرشتوں نے یہ کیسے کہا کہ اس نے ذکر نہیں کیا۔ اس کا جواب ملا علی قاری دیتے ہیں کہ اس کا ذکر سننا اخلاصاً اور قصداً نہ تھا یونہی اتفاقی طور پر اس نے ذکر سن لیا۔ ملا علی قاری کے اس کلام سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حدیث شریف میں جن ذاکرین کا ذکر ہے۔ اس ذکر کو فرشتے بھی سنتے ہیں اور انسان بھی اور سننا جہر کی فرع ہے پس بحمد اللہ تعالے دلائل کثیرہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کی تلقین اور ترغیب کی گئی ہے۔

اور مسلم شریف کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ہے۔

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ هٰهُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَالِكَ قَالُوْا اللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَالِكَ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۸ و مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۵۵

رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت پر تشریف لائے اور فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو عرض کیا ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم کو اسلام کی ہدایت دی۔ فرمایا۔ قسم اللہ کی تم اسی لئے بیٹھے ہو۔ عرض کی اسی لئے بیٹھے ہیں پس فرمایا میں نے تم سے بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں طلب کی بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے خبر دی کہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (یعنی ان پر تمہاری فضیلت ظاہر فرما رہا ہے)

یہ الفاظ مسلم شریف کی روایت میں ہیں۔ حدیث سابق کی طرح اس حدیث میں بھی جماعت اور حلقہ کے ساتھ ذکر کا بیان ہے۔ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جماعت

کے ساتھ ذکر سے ذکر بالجہر مراد ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ ذکر بالجہر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ذکر بالجہر کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے قسم طلب فرماتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کی بشارت دینے آتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

ارشاداتِ علماء اور ذکرِ بالجہر

امام نووی شافعی ذکر بالجہر کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَاحْتَجَّ مَنْ رَجَّحَ ذِكْرَ الْقَلْبِ بِاَنَّ عَمَلَ السِّرِّ اَفْضَلُ وَمَنْ رَجَّحَ ذِكْرَ اللِّسَانِ قَالَ لِاَنَّ الْعَمَلَ فِيْهِ اَكْثَرُ فَاِنْ زَادَ بِاسْتِعْمَالِ اللِّسَانِ اِقْتَضٰى زِيَادَةَ اَجْرٍ۔ (نووی شرح مسلم ۳۴۴ مطبوعہ اصح المطابع دہلی باب فضل مجالس ذکر)

جو ذکر بالقلب کو فضیلت دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ پوشیدہ عمل افضل ہوتا ہے اور جو ذکر باللسان کو ترجیح دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ زبان سے ذکر کرنے میں عمل زیادہ ہوتا ہے اور عمل کی زیادتی سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ زبان سے ذکر بالسر بھی ہو سکتا ہے اور علامہ نووی کی مراد بھی یہی ہے کیونکہ علامہ نے ذکر باللسان کو سر کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے اور یہ تقابل اس وقت صحیح ہوگا جب ذکر باللسان سے ذکر بالجہر مراد ہو۔

اس عبارت کے بعد قول فیصل ذکر فرماتے ہیں۔

الصحیح ان ذکر اللسان مع حضور القلب افضل من القلب۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضور قلب کے ساتھ زبانی ذکر کرنا ذکر بالقلب سے افضل ہے۔

نووی علی ہامش مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۴۴

اور عارف صاوی مالکی رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَهَلِ الْاَفْضَلُ الذِّكْرُ مَعَ النَّاسِ اَوِ الذِّكْرُ فِيْ خَلْوَةٍ وَالْحَقُّ التَّفْصِيْلُ

کیا لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے یا خلوت میں ذکر افضل ہے؟ حق یہ ہے کہ

وَهُوَ اِنْ كَانَ الْاِنْسَانُ يَنْشَطُ وَحْدَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مَدْعُوًّا مِنَ اللّٰهِ لِهِدَايَةِ النَّاسِ فَالْخَلْوَةُ فِیْ حَقِّهٖ اَفْضَلُ وَاِلَّا فَذِكْرُهٗ مَعَ النَّاسِ اَفْضَلُ اِمَّا لِيَنْشَطَ اَوْ لِيَقْتَدِیَ النَّاسُ نَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ اَهْلِ ذِكْرِهٖ۔

اس میں تفصیل ہے۔ اگر اسے اکیلے ذکر کرنے میں سرور آتا ہو اور لوگوں کی ہدایت پر مامور نہ ہو تو خلوت میں ذکر کرنا افضل ہے ورنہ لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے تاکہ سرور حاصل ہو اور لوگ اقتداء کریں ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے ذاکرین سے بنائے۔

(تفسیر صاوی شریف جلد ۱ ص ۶۵)

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔

قَالَ الْمُظْهِرُ هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى جَوَازِ الذِّكْرِ بِرَفْعِ الصَّوْتِ بَلْ عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ اِذَا اجْتَنَبَ الرِّيَاءَ اِظْهَارًا لِلدِّيْنِ وَتَعْلِيْمًا لِلسَّامِعِيْنَ وَاِيْقَاظًا لَهُمْ مِنْ رَقْدَةِ الْغَفْلَةِ وَاِيْصَالًا لِبَرَكَةِ الذِّكْرِ اِلٰى مِقْدَارِ مَا يَبْلُغُ الصَّوْتُ اِلَيْهِ مِنَ الْحَيَوَانِ وَالشَّجَرِ وَالْحَجَرِ وَالْمَدَرِ وَطَلَبِ اِقْتِدَاءِ الْغَيْرِ بِالْخَيْرِ وَلِيَشْهَدَ لَهٗ كُلُّ رَطْبٍ وَّيَابِسٍ سَمِعَ صَوْتَهٗ

مظہر نے کہا یہ حدیث بلند آواز سے ذکر کرنے کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے جب کہ دکھلاوے سے پرہیز ہو تاکہ دین کا اظہار ہو اور سامعین کو تعلیم ہو اور غفلت کی نیند میں سونے والے کو بیداری نصیب ہو اور ذکر کی برکت وہاں کے شجر و حجر انسان حیوان تک پہنچے۔ جہاں تک ذکر کی آواز پہنچے اور دوسروں کو اقتداء بالجہر حاصل ہو اور ہر رطب و یابس اس کی گواہی دے۔

(مرقاۃ جلد ۳ ص ۱۷۲)

سید احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں

قَالَ فِی الْفَتَاوٰی لَا يُمْنَعُ مِنَ الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ فِی الْمَسَاجِدِ اِحْتِرَازًا عَنِ

فتاوی بزازیہ میں ہے کہ مساجد میں ذکر بالجہر سے نہ روکا جائے تاکہ قرآن کی آیت کریمہ

الدُّخُولِ تَحْتَ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ کَذَا فِی الْبزازیۃ وَ نَصَّ الشَّعْرانِی فِی ذِکْرِ الذَّاکِرِ لِلْمَذْکُورِ وَالشَّاکِرِ لِلْمَشْکُورِ مَا لَفْظُہٗ وَاَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ سَلَفاً وَخَلَفاً عَلٰی اسْتِحْبَابِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی جَمَاعَۃً فِی الْمَسَاجِدِ وَغَیْرِھَا مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ اِلَّا اَنْ یُّشَوِّشَ جَھْرُھُمْ بِالذِّکْرِ عَلٰی نَائِمٍ اَوْ مُصَلٍّ اَوْ قَارِءِ قُرْاٰنٍ کَمَا فِی کُتُبِ الْفِقْہِ وَفِی الْحَلَبِیْ اَلْاَفْضَلُ الْجَھْرُ بِالْقِرَاءَۃِ اِنْ لَّمْ یَکُنْ عِنْدَ قَوْمٍ مَّشْغُوْلِیْنَ مَا لَمْ یُخَالِطْہٗ رِیَاءٌ۔ (طحطاوی ص۱۹۰) (فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم ص۵۴ مطبوعہ مجتبائی)

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ" کے تحت داخل ہونا لازم نہ آئے اور امام شعرانی نے "ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور" میں تصریح فرمائی ہے کہ قدیماً وحدیثاً علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر بغیر کسی انکار کے مستحب ہے۔ سوا اس کے کہ ذکر سے کسی کی نماز یا نیند یا قرأت میں خلل پڑے۔ اسی طرح کتب فقہ میں مرقوم ہے اور حلبی میں ہے کہ ریاء کا خوف نہ ہو تو بلند آواز سے قرأت افضل ہے۔

طحطاوی سے "فتاوی بزازیہ" "ذکر الذاکر للمذکور" اور "حلبی" کے حوالوں کے بعد اب علامہ شامی کا کلام ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْجَھْرَ اَفْضَلُ لِاَنَّہٗ اَکْثَرُ عَمَلًا لِتَعَدِّیْ فَائِدَتِہٖ اِلَی السَّامِعِیْنَ وَیُوْقِظُ قَلْبَ الذَّاکِرِ فَیَجْمَعُ ھَمَّہٗ اِلَی الْفِکْرِ وَیَصْرِفُ سَمْعَہٗ اِلَیْہِ وَیُطْرِدُ النَّوْمَ وَیَزِیْدُ النَّشَاطَ۔

(شامی جلد ۱ ص۶۱۸)

بعض اہل علم نے فرمایا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور ذاکر کے قلب کو بیدار کرتا ہے اور اس کی ہمت کو فکر کی طرف راجع کرتا ہے اور اس کی سماعت کو ذکر کی طرف پھیرتا ہے اور نیند کو دور کرتا ہے اور سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

صاحب درمختار کے استاذ علامہ خیرالدین رملی حنفی فرماتے ہیں۔

فَاَمَّا حَلَقُ الذِّكْرِ وَالْجَهْرُ بِهٖ وَاِنْشَادُ
الْقَصَائِدِ فَقَدْ جَاءَ فِي الْحَدِيْثِ
مَا اقْتَضٰى طَلَبَ الْجَهْرِ نَحْوَ وَاِنْ
ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاءٍ
خَيْرٍ مِّنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ
وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ
رَوَاهُ احمد بنحوه بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ وَزَادَ فِي
الْخَبَرِ قَالَ قَتَادَةُ وَاللّٰهُ اَسْرَعُ
وَالذِّكْرُ فِيْ مَلَاءٍ لَا يَكُوْنُ اِلَّا عَنْ
جَهْرٍ وَكَذَا حَلَقُ الذِّكْرِ وَطَوَافُ
الْمَلَائِكَةِ بِهَا وَمَا وَرَدَ فِيْهَا
مِنَ الْاَحَادِيْثِ فَاِنَّ ذٰلِكَ اِنَّمَا
يَكُوْنُ فِي الْجَهْرِ بِالذِّكْرِ وَهُنَاكَ
اَحَادِيْثُ اِقْتَضَتْ طَلَبَ الْاِسْرَارِ
وَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِاَنَّ ذٰلِكَ يَخْتَلِفُ
بِاخْتِلَافِ الْاَشْخَاصِ وَالْاَحْوَالِ
كَمَا جُمِعَ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ الطَّالِبَةِ
لِلْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ وَالطَّالِبَةِ
لِلْاِسْرَارِ بِهَا وَلَا يُعَارِضُ ذٰلِكَ
خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ لِاَنَّهٗ حَيْثُ
خِيْفَ الرِّيَاءُ اَوْ تَاَذِّي الْمُصَلِّيْنَ
اَوِ النِّيَامِ ذَكَرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

ذکر کے لئے حلقہ باندھنا اور اس کے ساتھ
جہر کرنا اور انشاد قصائد کرنا بہرحال جائز
ہے کیونکہ اس میں وہ احادیث وارد ہیں جو
جہر کا اقتضا کرتی ہیں جیسے بخاری ومسلم و
ترمذی ونسائی وابن ماجہ اور احمد نے
اسناد صحیح سے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے کہ جو مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے
میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا
ہوں اور جماعت کے ساتھ ذکر بغیر جہر کے
متصور نہیں۔ اسی طرح ذکر کے لئے حلقہ
بنانا اور ملائکہ کا اس کے گرد طواف کرنا
سوا جہر کے متصور نہیں اور سِرّ کے بارے
میں بھی حدیثیں وارد ہیں اور ان احادیث
میں تطبیق اسی طرح ہے کہ سر اور جہر اشخاص
اور اوقات کے اختلاف سے مختلف ہوتا
ہے جس طرح سر اور جہر کی قراۃ کی حدیثوں
میں تطبیق دی گئی ہے اور اس کے معارض
وہ حدیث نہیں ہے جس میں ہے کہ بہترین
ذکر بالسر ہوتا ہے کیونکہ اس کا محمل یہ ہے
کہ جب ریاء کا خوف ہو یا مسلمانوں کو
ایذا ہو یا نیند میں خلل ہو اور بعض اہل علم
نے فرمایا کہ جب ان امور سے خالی ہو تو

اَنَّهٗ اَفْضَلُ حَيْثُ خَلَا مِمَّا ذُكِرَ لِاَنَّهٗ اَكْثَرَ عَمَلاً وَلِتَعَدِّىْ فَائِدَتِهٖ اِلَى السَّامِعِيْنَ وَيُوْقِظُ قَلْبُ الذَّاكِرِ فَيَجْمَعُ هَمَّهٗ اِلَى الْفِكْرِ وَيَصْرِفُ سَمْعَهٗ اِلَيْهِ وَيُطْرِدُ النَّوْمَ وَيَزِيْدُ النَّشَاطَ۔	جہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کے ذہن کو فکر کی طرف راجع کرتا ہے اور سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

(فتاوی خیریہ کتاب الکراھیہ والاستحسان ص۱۸۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

جَمْعٌ عَظِيْمٌ يَرْفَعُوْنَ اَصْوَاتَهُمْ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ جُمْلَةً لَا بَاسَ بِهٖ (عالمگیری جلد ۴ ص۹۰)	جماعتِ عظیم کے مل کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور سبحان اللّٰہ کو بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور آداب مسجد میں ہے۔

ان لا یرفع فیہا الصوت من غیر ذکر اللّٰہ (عالمگیری جلد۴ ص۹۴)	مساجد میں اللّٰہ تعالٰے کے ذکر کرنے کے سوا آواز بلند نہ کی جائے۔

اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدانکہ جہر بذکر مطلقاً بعد از نماز مشروع است وارد شدہ است در وے احادیث (اشعۃ اللمعات جلد۱ ص۴۱۸)	بلند آواز سے ذکر کرنا نماز کے بعد مطلقاً مشروع ہے۔ اس کے بارے میں [illegible] احادیث وارد ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

دیگر بدانکہ جہر مذکور جائز است بلاشبہ	ذکر بالجہر بلا شبہ جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص۱۲۷)

اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی فرماتے ہیں

و دیگر حقیقت ذکر جہر و حق آں است	حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر کا انکار کرنا جہالت ہے

کہ انکار آن سفاہت واضح است در تلاوت قرآن جہر صریح است مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ یعنی تغنی بالقرآن بجہریۃ و در تلبیہ حج آمدہ اَلْحَجُّ الْعَجُّ وَالثَّجُّ اَیْ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالتَّلْبِیَۃِ وَاِرَاقَۃُ الدَّمِ و قرآن را نفیلت معروف است وکُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالذِّکْرِ وَفَضْلُ الذِّکْرِ الَّذِیْ یَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ عَلَی الَّذِیْ لَا یَسْمَعُہُ الْحَفَظَۃُ بِسَبْعِیْنَ ضِعْفًا وبناء طریقۂ چشتیہ اویسیہ و قادریہ کہ ہمہ پیران ما اند بر ذکر جہر است (فتاوی عزیزی جلد ۱۔ صـ۱۷)

ہے کیونکہ تلاوت قرآن میں صریح جہر ہے اور اس بات میں اللہ تعالیٰ نے جو اجازت دی ہے وہ کسی باب میں نہیں دی یعنی اس میں تغنی بھی جائز ہے اور تلبیہ حج کے بارے حدیث میں وارد ہے الحج العج والثج اللّٰھم لبیک کے ساتھ آواز بلند کرنا۔ نیز حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نماز کے اختتام کو ذکر سے پہچانتے تھے اور جس ذکر کو فرشتے سنیں اس کی اس ذکر پر ستر درجہ فضیلت ہے جس کو وہ نہ سنیں اور طریقہ چشتیہ اویسیہ اور قادریہ کی بناء ذکر بالجہر پر ہے اور یہ سب ہمارے پیر ہیں۔

اور شیخ مشائخنا امام ابن حجر مکّی الشافعی فرماتے ہیں۔

وَاَوْرَادُ الصُّوْفِیَّۃِ الَّتِیْ یَقْرَءُوْنَہَا بَعْدَ الصَّلَوَاتِ عَلٰی حَسْبِ عَادَاتِہِمْ فِیْ سُلُوْکِہِمْ لَہَا اَصْلٌ اَصِیْلٌ فَقَدْ رَوَی الْبَیْہَقِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ اَذْکُرَ اللّٰہَ تَعَالٰی مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ اِلٰی طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَحَبُّ

صوفیاء کرام جو نمازوں کے بعد اپنے سلوک کے مطابق ذکر بالجہر کرتے ہیں اس کی مضبوط اصل موجود ہے کیونکہ بیہقی نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا صبح کی نماز کے بعد سے طلوع شمس تک اس قوم کے ساتھ بیٹھنا جو اللہ کا ذکر کر رہی ہو مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور بعد عصر سے

اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَلَاَنْ اَذْکُرَ اللّٰہَ
تَعَالٰی مَعَ قَوْمٍ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی
اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا
وَمَا فِیْھَا وَرَوٰی اَبُوْدَاوُدَ عَنْہُ
اَنَّہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ لَاَنْ اَقْعُدَ
مَعَ قَوْمٍ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْ صَلٰوۃِ
الْغَدَاۃِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَحَبُّ اِلَیَّ
مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَۃً مِّنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ
وَلَاَنْ اَقْعُدَ مَعَ قَوْمٍ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ
مِنْ صَلٰوۃِ الْعَصْرِ اِلٰی اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ اَرْبَعَۃً وَرَوٰی
اَبُوْنُعَیْمٍ اَنَّہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ مَجَالِسُ
الذِّکْرِ تَنْزِلُ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَتَحُفُّ
بِھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَتَغْشَاھُمُ الرَّحْمَۃُ
وَیَذْکُرُھُمُ اللّٰہُ وَرَوٰی اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ
اَنَّہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ
یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَ
غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ
الْمَلٰئِکَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ
وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّ مَا یَعْتَادُہُ الصُّوْفِیَۃُ
مِنْ اِجْتِمَاعِھِمْ عَلَی الْاَذْکَارِ وَالْاَوْرَادِ
بَعْدَ الصُّبْحِ وَغَیْرِہٖ اَصْلًا صَحِیْحًا
مِنَ السُّنَّۃِ وَھُوَ مَا ذَکَرْنَا فَلَا اِعْتِرَاضَ

غروب آفتاب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا
مجھے دُنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور
ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ حضور کریم علیہ
السلام نے فرمایا صبح کے بعد سے طلوع
آفتاب تک اس جماعت کے ساتھ بیٹھنا
جو اللہ کا ذکر کر رہی ہو مجھے اولادِ اسمٰعیل
کے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب
ہے اور ابونعیم نے روایت کیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر کی
مجلسوں پر سکون نازل ہوتا ہے اور
فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت
ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا
فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔ امام احمد اور
مسلم نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جماعت ذکر کرنے
کے لئے نہیں بیٹھتی مگر فرشتے اس کا احاطہ
کرتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے
اور ان پہ سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ
ان کا اس جماعت میں ذکر فرماتا ہے۔ جو
اس کے پاس ہوتی ہے۔ اور جب ثابت
ہو چکا کہ صوفیاء کرام جو نمازوں کے بعد
ذکر بالجہر کرتے ہیں اس کی اصل سنت

عَلَيْهِمْ فِي ذَالِكَ ثُمَّ اِنْ كَانَ هُنَاكَ مَنْ يَتَاذَّىٰ بِجَهْرِهِمْ كَمُصَلٍّ اَوْ نَائِمٍ نُدِبَ لَهُمُ الْاِسْرَارُ وَ اِلَّا رَجَعُوْا لِمَا يَاْمُرُهُمْ بِهٖ اُسْتَاذُهُمُ الْجَامِعُ بَيْنَ الشَّرِيْعَةِ وَالْحَقِيْقَةِ لِمَا مَرَّ اَنَّهٗ كَالطَّبِيْبِ فَلَا يَاْمُرُ اِلَّا بِمَا يَرٰى فِيْهِ شِفَاءً لِعِلَّةِ الْمَرِيْضِ وَ لِذَالِكَ تَجِدُ بَعْضَهُمْ يَخْتَارُ الْجَهْرَ لِدَفْعِ الْوَسَاوِسِ الرَّدِيْئَةِ وَالْكَيْفِيَاتِ النَّفْسَانِيَّةِ وَ اِيْقَاظِ الْقُلُوْبِ الْغَافِلَةِ وَ اِظْهَارِ الْاَعْمَالِ الْكَامِلَةِ وَبَعْضُهُمْ يَخْتَارُ الْاِسْرَارَ بِمُجَاهَدَةِ النَّفْسِ وَتَعْلِيْمِهَا طُرُقَ الْاِخْلَاصِ وَاِيْثَارِهَا الْخُمُوْلَ ۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص۶۵)

صحیحہ سے ثابت ہے پس ان کے اس ذکر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند یا نماز میں حرج ہو تو ایسی صورت میں سِر مستحب ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اپنے شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ سے ذکر کرے۔ کیونکہ شیخ طبیب کی طرح وہ طریقہ بتاتا ہے جس میں شفا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ذکر بالجہر کو اختیار کرتے ہیں تاکہ ردی وسوسے اور کیفیاتِ نفسانیہ مندفع ہوں۔ قلوبِ غافلہ بیدار ہوں اور عباداتِ کاملہ کا اظہار ہو اور بعض ذکر بالسر کو اختیار کرتے ہیں تاکہ مجاہدہ نفس ہو اور نفس کو اخلاص کی تعلیم اور اسے گمنامی سکھائی جائے۔

صفحاتِ سابقہ میں ہم قرآنِ کریم اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اعمالِ صحابہ، اقوالِ سلف اور وجوہِ عقلی سے جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان بیان کر چکے ہیں۔ اب آپ ذکر بالجہر کے بارے میں مولوی سرفراز صاحب سے سُنیئے جو لکھتے ہیں "اور یہ بدعت ضلالت بھی ہے اور گمراہی بھی ہے بدعت عظمیٰ بھی ہے بدعت ظلماء بھی۔" (انتہی بلفظہٖ راہ سنت ص۱۱۹)۔

اب ہم تمام مبتدعین وہابیہ، دیوبندیہ سے عموماً اور مولوی سرفراز صاحب سے خصوصاً پوچھتے ہیں کہ جب جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے تو پھر یہ فتویٰ صرف ہمارے ہی لئے ہے یا یہ فتویٰ اللہ تعالیٰ پر بھی لگایئے گا۔ جو فرماتا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (القرآن)

اور اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ الحدیث اور ضلالت و گمراہی کے اس وافر ذخیرہ اور بدعت کے اس وسیع اسٹاک کی زد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں آتی جو فرماتے ہیں اِرْفَعْ مِنْ صَوْتِکَ شَیْئًا اور جن کا ارشاد ہے لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْہُمُ الْمَلٰئِکَۃُ وَغَشِیَتْہُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ اور کیا بدعت اور ظلم کی گھٹاؤں کی برسات اُن صحابہ پر بھی ہوگی جو کہتے ہیں جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ اور شامی وطحطاوی نے امام شعرانی سے مساجد میں ذکر بالجہر پر تمام علماء کا اجماع نقل کیا ہے تو کیا اب آپ کے اس مُبارک فتویٰ سے تمام اُمّت مسلمہ کو بدعت وضلالت کی سپلائی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی) آپ کہتے ہیں تمام اُمّت گمراہ ہے پھر آپ خود کو سچا سمجھتے ہیں یا صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا غور سے جواب دیجئے گا۔ مساجد میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر پر ہم مولوی سرفراز صاحب کا فتویٰ نقل کر چکے ہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے ان کے معنوی جدِّ امجد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

یک دفعہ خواجہ سرائے عالم بفقہیات از طرف بادشاہ روم امیر حج شدہ آمد در مدینہ با شیخ ابراہیم کردی ملاقات نمود گفت کہ دریں سفر بدعت عظیم از مردم دور کردم فرمودند کدام بدعت گفت ذکر جہر از مسجد وشہر بیت المقدس موقوف کنانیدم ایشاں ایں آیت خواندند وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وسعیٰ

ایک مرتبہ ایک فقیہ عالم بادشاہ روم کی طرف سے امیر حج مقرر ہوئے اور مدینہ منورہ میں شیخ ابراہیم کردی سے ملاقات کی۔ اس عالم نے کہا کہ میں نے اس سفر میں ایک عظیم بدعت لوگوں سے دُور کر دی۔ فرمایا کونسی کہا ذکر بالجہر جس کو میں نے لوگوں سے دُور کیا اور شہر بیت المقدس سے میں نے اس ذکر کو موقوف کرا دیا۔ آپ نے آیۂ مبارکہ پڑھی جس کے معنی یہ ہیں کہ اس

فی خرابہا۔
(فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۷)

شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو مساجد سے اللہ کے ذکر کو روکے۔ (قرآن)

اب غور فرمائیے سرفراز صاحب مساجد میں ذکر بالجہر سے روکتے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روکنا ظلم ہے اب سرفراز صاحب ظالم ہیں یا شاہ صاحب اس کا فیصلہ ہم ناظرین کی بصیرت پر چھوڑتے ہیں دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ ذکر بالجہر بدعت و ضلالت ہے۔ (راہ سنت ص ۱۱۹) اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا انکار جہالت ہے۔ (فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۷) اب بتلایئے کہ سرفراز صاحب جاہل ہیں یا شاہ صاحب بدعتی اور گمراہ کاش کہ سرفراز صاحب اس سوال کا جواب دے کر لاکھوں مسلمانوں کی ذہنی خلش کو دور کر سکیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جابر فتوے کے بعد آئیے آپ کو شریعت گنگوہ سے بھی ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان پر فتویٰ دلوادیں۔ ملاحظہ فرمائیے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔

سوال۔ ذکر بالجہر افضل ہے یا خفی بالدلائل ارقام فرماویں۔

جواب۔ دونوں میں فضیلت ہے من وجہ کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مطلق ذکر کا حکم فرمایا ہے اذکروا اللہ ذکراً کثیراً مطلق کی فرد میں جو ہو مامور ہے اور فضائل خارجی مختلف ہوتے ہیں باعتبار ذکر اور وقت اور کیفیت اور ثمرات واللہ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی (فتاوی رشیدیہ کامل ص ۲۱۴)

ہمیں تو آپ جہر متوسط پر بھی کوستے رہتے ہیں اور یہ جو آپ کے پیر و مرشد کہ علی الاطلاق ذکر جہر کو خواہ خفیف ہو یا شدید بیک جنبش قلم جائز کر دیا ہے اس کا کیا حکم ہوگا۔ اس فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ مبتدعین دیوبند کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی کے نزدیک ذکر بالجہر اور ذکر بالستر دونوں میں فضیلت ہے اور

سرفراز دیوبندی راہِ سنت میں ذکر بالجہر کو بدعت سیئہ اور بدعت ظلماء اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ بدعت سیئہ کا مرتکب جہنمی ہے تو اب بتلائیے کہ مولوی گنگوہی صاحب دیوبندی جہنم میں پہنچے یا نہیں ذرا جگر تھام کر جواب دیجئے۔

اور یہ ہیں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مریضانِ دیوبند کے باطنی حکیم۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا کے تحت بیان القرآن میں لکھتے ہیں "آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو"

اور اگر عطار دیوبند کا یہ نسخہ بھی آپ کو راس نہ آئے تو معاف کیجئے پھر آپ کے مرض کا علاج ہمارے بس سے باہر ہے۔

آیات، احادیث، اجماع اُمت، معقول اور مسلک مبتدعین کے جغادری علماء کے اقوال سے ہم نے ذکر بالجہر کے جواز اور استحسان کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا۔ اگر مبتدعین کی آنکھوں سے انکار اور عناد کی پٹی اب بھی نہ اُترے اور استقامت کے روشن مینار نظر نہ آئیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔ اس تفصیل کے بعد اب ہم منکرین کے شبہات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فنقول باللہ التوفیق۔

قرآن سے ذکر بالجہر کے خلاف استدلال اور اُس کی تحقیق

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔	اور ذکر کر اپنے رب کا عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے نہ کہ جہر سے۔

اس آیت کریمہ سے مبتدعین ذکر بالجہر کے خلاف استدلال کشید کرتے ہیں اور بزعم خویش مدعی ہیں کہ یہ آیت کریمہ ذکر بالجہر کی نفی پر نص صریح ہے۔

الجواب:- اولاً[1] گذارش یہ ہے کہ اس آیت کو صرف متنازعہ فیہ ذکر کے ساتھ خاص کرلینا امانت اور دیانت سے محرومی کے سوا کچھ نہیں مفسرین کرام نے یہاں ذکر کو عام رکھا ہے کہ وہ اوراد اذکار ہوں یا قرأۃ قرآن ہو نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ اور بعض مفسرین نے اسے قرأۃ قرآن کے ساتھ خاص کردیا پس اب اگر آپ کے قول کے مطابق اس میں جہر کی نفی ہے تو وہ نفی ذکر کے ساتھ خاص نہ رہی۔ خدا خوفی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اب آپ بلند آواز سے قرآن پڑھنے پر بھی بدعت اور حرام کا فتویٰ لگائیے وعظ اور ارشاد کی مجالس کو بھی بند کرائیے کیونکہ وہ بھی ذکر اللہ سے خالی نہیں۔ جہری نمازوں کا سلسلہ بھی ختم کیجئے اور اگر یہ آیت وعظ و نصیحت قرأۃ قرآن اور نمازوں میں جہر کے منافی نہیں ہے تو متنازعہ فیہ ذکر میں جہر کیسے منافی ہوگی۔ کیونکہ یہ تمام ہی ذکر کے افراد ہیں تو پھر کیا یہ خیانت اور بددیانتی کی انتہا نہیں ہے کہ آپ نے ذکر کے ان افراد سے یکسر اغماض کرلیا جو آپ کی امامت اور خطابت کے ضامن ہیں جن سے آپ کا پیٹ پلتا ہے اور جو آپ کی آمدنی میں افزائش کا باعث ہیں اور ذکر کے جن افراد سے آپ کا گذارہ نہیں چلتا ان کے لئے آپ نے بدعت کا فتویٰ لگا دیا یُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَ یَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ لیجئے اب ہم آپ کے سامنے اس آیت کے تحت مستند علماء کرام کی تفاسیر پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوجائے گا کہ ذکر اس آیت میں اوراد، اذکار وعظ، ارشاد اور قرأۃِ قرآن سب کو شامل ہے۔

علامہ ابو البرکات نسفی الحنفی فرماتے ہیں۔

یہ آیت اذکار قرأۃِ قرآن دعا تسبیح تہلیل	وھو عام فی الاذکار من قراءۃ القرآن

---

[1] اس آیت کے استدلال کا جواب امت دیوبند کے حکیم مولانا اشرف علی تھانوی کی زبانی سنیئے۔
آیت کا جواب اول تو یہ ہے کہ خفیہ مشترک ہے درمیان اعلان اور اسرار کے چنانچہ منتہی الارب میں ہے خفاہ خفیا پنہاں کرد و آشکار اکرد از لغات اضداد است انتہی واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ولو سلمنا کہ خفیہ بمعنی اسرار ہے لیکن بوجہ تعارض ادلہ جمعاً بینھا امر کو اباحۃ یا استحباب پر حمل کرنا ضرور ہے۔ (فتاوی امدادیہ جلد چہارم ص ۴۵ ۔ مجتبائی)

والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیر ذالک (مدارک علی ہامش الخازن جلد ۴ صفحہ ۱۹۱)	اور اس کے علاوہ دوسرے افراد کو شامل ہے۔

علامہ بیضاوی الشافعی فرماتے ہیں۔

عام فی الاذکار من قراءۃ القرآن والدعاء وغیرھما (بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۳۴)	یہ آیت اذکار قرأۃ دعا اور ان کے علاوہ دوسرے افراد کو شامل ہے۔

علامہ سلیمان الجمل فرماتے ہیں۔

وھو عام فی الاذکار من قرائۃ القران والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیرذالک۔ (کرخی جمل جلد ۲ صہ ۲۲۳)	یہ آیت اذکار قرأۃ قرآن دعا تسبیح تہلیل اور ذکر کے دوسرے افراد کو شامل ہے۔

شیخ احمد الصاوی المالکی تحریر فرماتے ہیں۔

ای بای نوع من انواع الذکر کالتسبیح والتھلیل والدعاء والقرآن و غیر ذالک. (صاوی جلد ۲ صہ ۱۰۷)	ذکر عام ہے خواہ کسی قسم سے ہو تسبیح تہلیل دعا قرآن یا دوسرے افراد۔

اور ملا جیون الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عامۃ فی الاذکار من قرائۃ القرآن والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیر ذالک۔ (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۸)	یہ آیت اذکار قرأۃ قرآن دعا تسبیح تہلیل اور ذکر کے دوسرے افراد کو عام ہے۔

علامہ ابو السعود الشافعی فرماتے ہیں۔

وھو عام فی الاذکار۔	یہ آیت ذکر کے تمام افراد کو شامل ہے۔

(ابو سعود علی ہامش الرازی جلد ۴ صہ ۵۶۳)

اور وہابیہ کے مقتداء نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں۔

المراد بالذکر ھٰھنا ما ھو اعم من القرآن وغیرہ من الاذکار التی یذکر اللہ بھا	اس آیت میں ذکر سے مراد اس سے عام ہے کہ وہ قرآن ہو اذکار ہوں یا اس کے

(فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲۰)　　　　علاوہ دوسرے افراد۔

ناظرینِ کرام ۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حنفی شافعی مالکی مسلک کے تمام اجلّہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے عام ذکر مراد ہے اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ وہابیہ کے مقتداء نواب صدیق حسن بھوپالی کا بھی یہی مختار ہے۔ حیف ہے کہ نواب صاحب کے ماننے والے بھی ان کی تفسیر کو دستور سمجھ کر اس سے پرہیز کر رہے ہیں۔ میں مبتدعین کی پوری جماعت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ قرآنِ کریم سے کوئی صاف اور صریح آیت پیش کریں جس کا مفاد یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ مساجد میں ذکر بالجہر کرنا حرام ہے لیکن آیت اس مفہوم میں قطعی الدلالۃ اور صریح ہو۔ میں کہتا ہوں ۔ اور ہم کہتے ہیں کا ایچ پیچ نہ ہو۔ انشاء اللہ مبتدعین کی پوری جماعت قیامت تک نہ کوئی ایسی آیت پیش کر سکتی ہے نہ ایسی کوئی صریح حدیث لا سکتی ہے۔ فَاْتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ثانیاً بعض مفسرین نے اس آیت میں تخصیص بھی کی ہے لیکن وہ تخصیص قرآن کے ساتھ ہے متنازع فیہ اذکار کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے علامہ خازن سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ کی تفسیر پیش کرتے ہیں۔

قال ابن عباس یعنی بالذکر القرآن فی الصلاۃ ۔ (تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)	ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ذکر سے مُراد نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔

اور مبتدعین وہابیہ کے مقتدا نواب صدیق حسن بھوپالی بھی کہتے ہیں۔

قیل ھو خاص بالقرآن (فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲۰)	اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ آیت قرآن کے ساتھ خاص ہے۔

قارئینِ کرام غور فرمائیں کہ سید المفسرین حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت ذکرِ قرآن کے ساتھ خاص ہے اور نواب صاحب بھی دوسرے مرتبہ میں اسی تفسیر کو

ذکر کرتے ہیں ۔ مبتدعین سے گزارش ہے کہ اگر یہ آیت جہر کے منافی ہے تو آپ اعلان کیوں نہیں کر دیتے کہ جہری نمازوں میں قرآن کا جہر کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے ۔ نمازوں میں افعال بدعیہ کا ارتکاب کر کے کیوں لوگوں کی نمازیں خراب کر رہے ہیں ۔ ثالثاً اگر اس آیت میں ذکر کو ذکرِ متنازع فیہ پر بھی محمول کیا جائے تب بھی یہ آیت ذکر جہر متوسط کے منافی نہیں ہے ۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں ۔

المراد منہ ان یقع ذالک بحیث یکون متوسطاً بین الجھر والمخافتۃ کما قال تعٰ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا ۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صـ ۳۴۴)	اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ذکر درمیانہ روی میں کیا جائے جس طرح اللہ فرماتا ہے نماز میں نہ جہر کرو نہ اخفا کرو اور درمیانہ روی کو تلاش کرو ۔

امام رازی کے علاوہ دیگر مفسرین نے بھی یہ تفسیر کی ہے ۔ طوالت کی وجہ سے ہم نے دیگر مفسرین کی عبارات کو ذکر نہیں کیا اور اس تفسیر کا مفاد یہ ہے ذکر میں جہر کی نہی اسی طرح ہے جس طرح نماز میں جہر کی نہی ہے اور نماز میں جہر کی نہی علی الاطلاق نہیں ہے بعض اوقات میں ہے چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں ۔

ولا تجھر بصلاتک کلھا ولا تخافت بھا کلھا وابتغ بین ذالک سبیلا بان تجھر بصلاۃ اللیل تخافت بصلاۃ النھار (جلد ۵ صـ ۵۵۴)	نہ کل نمازوں میں جہر کرو اور نہ کل نمازوں میں اخفاء کرو اور درمیانہ روی کو تلاش کرو یعنی دن کی نمازوں میں اخفاء اور رات کی نمازوں میں جہر کرو ۔

پس ظاہر ہوا کہ بعض اوقات ذکر بالجہر مستحب ہے اور بعض اوقات ذکر بالسر مستحب ۔ یہاں پر یہ وہم نہ ہو کہ نماز میں تو دن میں اخفاء واجب ہے اور لہٰذا دن میں ذکر بالسر واجب ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ متنازع فیہ ذکر سرے سے واجب ہی نہیں مستحب ہے لہٰذا بعض اوقات میں جہر مستحب قرار پائے گا اور بعض میں سر ۔ اور یہ وہم بھی کچھ جان نہیں رکھتا کہ تشبیہ کا مفاد یہ ہے کہ دن میں اخفاء مستحب ہو اور رات میں جہر

کیونکہ اولاً تو اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ تشبیہ جمیع اوصاف میں نہیں ہوا کرتی۔ ثانیاً یہ کہ نماز کے لئے تو دن میں اخفاء اور رات میں جہر کی تعیین شارع علیہ السلام نے کی ہے اور ذکر کو شارع علیہ السلام نے اپنے اطلاق اور عموم پر رکھا ہے فلہٰذا اطلاق پر ہی رکھا جائے گا ہم آیات، احادیث اور اقوالِ سلف سے جہرِ متوسط کا جواز اور استحسان پیش کر چکے ہیں۔

اور یہ آیت جہر مفرط اور جہرِ بلیغ پر محمول ہے یعنی حد سے زیادہ چلا کر بے اعتدالی سے اللہ کا ذکر نہ کیا جائے چنانچہ اتباعِ دیوبند اور اذناب محمد بن عبدالوہاب کے پیشوا اور ابن تیمیہ کی شریعت کے ناقوسِ اعظم حافظ ابن کثیر بھی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

مستحب یہ ہے کہ ذکر نہ تو بطریقِ نداء ہو اور نہ ہی جہرِ بلیغ سے ہو۔	یستحب ان یکون الذکر لا یکون نداءً وجھرا بلیغا۔ جلد ۳ صـ۲۸۴)

حافظ ابن کثیر کی اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ اس آیت میں نفس جہر کی نہی، نہیں ہے بلکہ جہر بلیغ اور جہر مفرط کی نفی ہے اور اگر کوئی شخص جہر بلیغ کے ساتھ بھی ذکر کرے تو وہ صرف مستحب کے خلاف ہوگا نہ کہ بدعت اور حرام جیسا کہ عام طور پر مبتدعین دیوبند اور وہابیہ کا شعار ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ جہرِ متوسط کے ساتھ ذکر کیا جائے اور یہی بات ہم کہنا چاہتے ہیں۔

اب اس آیت کے تحت مبتدعین دیوبند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

"حاصل ادب کا یہ ہے کہ دل اور ہیئت میں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو تو بالکل آہستہ یعنی مع حرکت لسانی کے اور یا جہر معتدل ہو" (علی ہامش القرآن صـ۲۱۳ مطبوع تاج کمپنی) ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اُمید ہے کہ مبتدعین دیوبند اور کسی کی نہ سہی اپنے حکیم الامت کی لاج رکھیں گے اور اس آیت سے ذکر بالجہر کے عدم جواز پر استدلال کرنا چھوڑ دیں گے۔

مزید برآں یہ کہ سلفِ دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ دون الجھر بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل صـ۲۱۳)

نفی جہر کی دوسری دلیل اور اُس کا حشر

ذکر بالجہر کی نفی پر مبتدعین قرآنِ کریم سے دوسری دلیل یہ لاتے ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً — دُعا مانگو اپنے رب سے عاجزی سے اور آہستہ

مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی فاضل دیوبند اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ذکر اور دُعا کرنے کے لئے دو قیدیں لگائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر اور دُعا نہایت اخلاص عاجزی اور انکساری کے ساتھ ہو اور دوسری یہ کہ آہستہ اور چھپکے ہو۔ انتہی (راہ سنت ص۱۶۷)

علماء کی عبارات میں تو آپ کتر بیونت کرتے ہی تھے اب خیر سے قرآن میں بھی تحریف شروع کر دی۔ بتلایئے سرفراز صاحب قرآنِ کریم کی اس آیت میں وہ کونسا لفظ ہے جس کا ترجمہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس آیت میں دُعا مانگنے کا طریقہ بتلایا ہے اور ادعو کا ترجمہ ہے۔ دُعا مانگو آپ نے اس میں ذکر کا چور دروازہ کیسے اور کس قاعدہ کے تحت تلاش کر لیا اور آپ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ آپ اللہ کے کلام میں اپنی ہوس اور من مانی بدعات کی گنجائش نکال لیں اس آیت کے تحت لکھتے وقت اگر اور کچھ میسر نہیں تھا تو اپنے حکیم الامت کا ترجمہ ہی دیکھ لیا ہوتا جو لکھتے ہیں۔

تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ انتہی (ص۱۹۱ مطبوعہ تاج کمپنی)

نفی جہر پر تیسری دلیل اور اُس کا حساب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۔

اور اللہ کے علم کی شان یہ ہے کہ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چھپکے سے کہی ہوئی بات

کو اور اس سے بھی زیادہ خفی بات کو جانتا ہے۔

اور یہ آیت بھی ذکر متنازع فیہ کے خلاف نہیں ہے۔ مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جہر بالذکر اس عقیدہ سے نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ بغیر جہر کے نہیں سنتا۔ کیونکہ یہ عقیدہ کفر ہے۔ ہاں دوسری اغراض صحیحہ کے لئے جہر کیا جائے تو جائز مستحسن اور مطلوب ہے چنانچہ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں۔

تعلیمًا للعباد ان الجھر لیس لِاستماعِ اللّٰہ تعالیٰ وَاِنَّمَا ھُوَ لِغَرضٍ آخر۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص۵)

اس آیت سے یہ تعلیم ہے کہ اللہ کے سننے کے لئے جہر نہ ہو بلکہ جہر دوسری اغراض صحیحہ کے لئے ہو۔

اور علامہ ابوسعود فرماتے ہیں۔

اِرْشَادٌ لِلْعِبَادِ اِلٰی اَنَّ الْجَھْرَ لَیْسَ لِاِسْمَاعِہٖ سُبْحَانَہٗ بَلْ لِغَرَضٍ آخَرَ مِنْ تَصْوِیرِ النَّفْسِ بِالذِّکْرِ وَتَثْبِیْتِہٖ فِیْھَا وَمَنْعِھَا مِنَ الْاِشْتِغَالِ بِغَیْرِہٖ وَقَطْعِ الْوَسْوَسَۃِ عَنْھَا۔ (تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر جلد ۷ ص۱۴)

اس آیت میں بندوں کی اس طرف رہنمائی کی ہے کہ جہر بالذکر اللہ تعالیٰ کے سنانے کے قصد سے نہ کیا جائے بلکہ دوسری اغراض کے لئے جہر ہو مثلاً الفاظ ذکر میں تدبر کرنے کے لئے اور ذکر کو نفس میں ثابت کرنے کے لئے اور غیر ذکر سے نفس کی توجہ ہٹانے اور وسوسہ کو قلع قمع کرنے کے لئے۔

اور شیخ سلیمان جمل فرماتے ہیں۔

المقصود من ھذا السیاق اما النھی عن الجھر لقولہ واذکر ربک فی نفسک الایۃ وقد اشار لھذا بقولہ فلا تجھر نفسک بالجھر واما ارشاد العباد الی ان الجھر لیس لاسماعہ تعالٰی بل لغرض آخر کحضور القلب و دفع

اس آیت کا مقصد یا تو یہ ہے کہ جہر میں مشقت نہ اٹھائی جائے جیسا کہ وَاذکر ربک فی نفسک کا مفاد ہے اور یا بندوں کو اس طرف رہنمائی کرنی ہے کہ اللہ کو سنانے کی غرض سے جہر نہ کیا جائے بلکہ کسی اور غرض کی بنا پر مثلاً حضور قلب اور دفع وسوسہ

الشواغل والوسوسۃ (جمل جلد ۳ صہ ۸۲) کے لئے۔

اور عارف صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المقصود منہ النہی عن الجہر لغیر امر شرعی کانہ یقول ان اللہ غنی عن الجہر فلا تجہد نفسک بہ فالجہر بالذکر والدعاء او القراۃ بقصد اسماع اللہ تعالیٰ اما جہل او کفر واما لغرض آخر کارشاد العباد وحضور القلب ودفع الشواغل والوسوسۃ فہو المطلوب۔
(تفسیر صاوی جلد ۳ صہ ۹۶)

اس آیت سے غیر شرعی امر میں جہر کو منع کرنا مقصود ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جہر کے ذریعہ سے اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ میں اس کے بغیر بھی سنتا ہوں پس اس کو سنانے کی غرض سے جہر کرنا جہل ہے یا کفر اور دوسری اغراض کے لئے جہر کرنا مثلاً حضورِ قلب یا دفع وسواس کے لئے عین مطلوب ہے۔

اور مبتدعین وہابیہ کے مقتداءِ اعظم نواب صدیق حسن خان بھوپالی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وفی الآیۃ تنبیہ علی ان شرع الذکر والدعاء والجہر فیہما لیس لاعلام اللہ تعالیٰ واسماعہ بل لغرض آخر کتصویر النفس بالذکر ورسوخہ فیہا ودفع الشواغل والوساوس ومنعہا عن الاشتغال بغیرہ۔
(فتح البیان جلد ۶ صہ ۵۳)

اس آیتِ شریفہ میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ ذکر اور دعا میں جہر کی مشروعیت اللہ تعالیٰ کو خبر دینے اور سنانے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ اور اغراض کے لئے ہے مثلاً ذکر کو نفس میں ثابت اور راسخ کرنے کے لئے اور اس سے وسواس کو دور کرنے کے لئے فریاد و زاری سے اس کا غرور توڑنے کے لئے اور اسے دوسرے اشغال سے روکنے کے لئے۔

ناظرینِ کرام آپ ان کثیر حوالوں سے اکتا گئے ہوں گے لیکن ہمارا سابقہ ایک

ایسی جماعت کے ساتھ ہے جو گمراہ ہونے کے علاوہ ابن ہشام کی طرح ضدی بھی واقع ہوئی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ مسئلہ کی تنقیح کے لئے اس کے ہر پہلو کو ٹھوس دلائل سے مزین اور خصم کے مسلم حوالہ جات سے مبرہن کر دیا جائے اور اگر منکرین اور معاندین کو پھر بھی ہدایت حاصل نہ ہو تو ان کی شقاوت کو سعادت سے بدل دینا بہر حال ہماری تحریر کے اختیار سے باہر ہے۔ سطور بالا میں ہم نے تفاسیر سے جو بکثرت حوالے پیش کئے ہیں ان سے جہاں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نہی جہر کا محمل کیا ہے وہاں ناظرین کرام پر یہ بھی روشن ہو گیا ہو گا کہ حنفی، شافعی، مالکی، اہل ظواہر اور تقریباً ہر مسلک کے علماء اغراض صحیحہ کی بناء پر جہر متوسط کے ساتھ ذکر کرنے کو جائز، مشروع اور مستحب قرار دیتے ہیں۔ وللہ الحمد علی ذالک

احادیث سے ذکر بالجہر کے خلاف استدلال

مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی ذکر بالجہر کی نفی پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے ایک موقع پر بلند آواز سے ذکر کیا تو آپ نے ان کو منع کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔

ایها الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونه سمیعا قریبا وھو	اے لوگو اپنی جان پر نرمی کرو تم اس ذات کو نہیں پکارتے ہو جو بہری اور غائب ہے تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکارتے

لہ اس حدیث سے استدلال کا جواب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کی زبانی سنیئے۔

حدیث کا جواب لمعات میں اس طرح دیا ہے

المنع من الجهر للتیسیر والارفاق لا ان یکون الجهر غیر مشروع انتهی (فتاوی امدادیه جلد چہارم ص۴۴ مجتبائی)	نرمی اور آسانی کے پیش نظر جہر سے منع کیا گیا ہے نہ اس لئے کہ جہر ناجائز ہے۔ شرف لاہوری

معکم (بخاری جلد۲ صـ۶۰۵ و مسلم جلد۲ صـ۳۴۹) | ہوا ور وہ تمہارے ساتھ ہے۔
(راہِ سنت صـ۱۶۷

الجواب - اوّلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس فرمانِ مبارک سے نہ تو مطلقاً جہر کی ممانعت فرمائی ہے اور نہ جہرِ متوسط کی (ومن ادعی فعلیہ البیان) بلکہ اس فرمان سے جہرِ مفرط کی نہی فرمائی ہے چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں قال علیہ السلام اربعوا علی انفسکم الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے۔ رفق کو فرمایا ہے گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث بہت جواز پر دال ہیں۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد گنگوہی۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل صـ۲۱۳) - ثانیاً چونکہ دوسرے دلائل سے جہرِ متوسط ثابت ہے۔ لہٰذا اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جہر کے ذریعہ اپنے آپ کو مشقت اور ہلاکت میں نہ ڈالو جیساکہ اربعوا علی انفسکم اس پر قرینہ ہے۔ ثالثاً اس طرح جہر نہ کرو جیسے کوئی بہرے سے گفتگو کرتے وقت جہر کرتا ہے اور اس پر انکم لا تدعون اصم قرینہ ہے۔ رابعاً - اس طرح جہر نہ کرو جیسے کوئی گم شدہ شخص کو ڈھونڈنے کے لئے پکارتا ہے اور چلّاتا ہے اور اس پر ولا غائبا قرینہ ہے۔ خامساً اس طرح جہر نہ کرو جس سے یہ معلوم ہو کہ تم اللہ کے سنانے کے لئے جہر کرتے ہو اور تمہارے چلائے بغیر وہ سن نہیں سکتا۔ اس پر انکم تدعون سمیعا قرینہ ہے۔ سادساً۔ اس طرح سے جہر نہ کرو جس سے یہ ظاہر ہو کہ خدا تم سے دور ہے اور تم چلّاکر دور اپنی آواز پہنچا رہے ہو اور اس پر قریبا "وھو معکم" قرینہ ہے۔ سابعاً۔ یہ فرمان اس صورت پر محمول ہے کہ جب جہر سے کوئی دینی ضرر لاحق ہو چنانچہ علماء کرام نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک جنگ کے موقع پر اس فرمان کے ذریعہ جہر سے روکا تھا تاکہ مسلمانوں کی آواز سن کر کفار کو ان کے مقام اور موجودگی کا علم نہ ہو جائے۔

قارئین کرام - آپ نے غور فرمایا کہ خود متن شریف میں اس امر پر واضح قرائن پائے جاتے ہیں کہ اس فرمان میں مطلقاً جہر کی نہی نہیں ہے لیکن برا ہو تعصب اور عناد کا کہ

وہ کچھ سمجھنے نہیں دیتا۔ آئیے اب ہم آپ کے سامنے مستند علماء کرام کا وہ کلام پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اس حدیث کے تحت پیش فرمایا ہے دیکھئے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے مردمان نرمی و آسانی کنید بر نفسہائے خود زیرا کہ شمانمے خوانید کر و غائب را مضمون اربعوا دلالت دارد کہ منع از جہت شفقت است نہ از جہت عدم جواز بہ تحقیق جہر کردہ است باذکار وادعیہ در مواطن کثیرہ چنانکہ در حفر خندق وحمل سنگ و خشت برائے مسجد و جزآں و ہم چنیں آمدہ است از سلف صحابہ و من بعدہم وہمہ اینہا دلالت دارد بر جواز جہر و اجتماع برائے ذکر۔

(اشعتہ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

یعنی اے لوگو اپنے نفس پر آسانی کرو کیونکہ تم کسی بہرے غائب کو نہیں پکارتے اس مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا نہ اس وجہ سے کہ جہر جائز نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر مقامات پر اذکار اور دعاؤں میں جہر کیا ہے جیساکہ خندق کھودنے کے موقع پر مسجد کے لئے اینٹ اور پتھر اٹھاتے وقت اور اسلاف صحابہ و تابعین سے بھی جہر منقول ہے اور یہ تمام امور جہر کے جواز اور ذکر کے لئے اجتماع کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی امام بزازی سے نقل فرماتے ہیں۔

قال البزازی وما روی فی الصحیح انہ علیہ السلام قال لمن رفعوا اصواتھم بالتکبیر اربعوا علی انفسکم انکم لن تدعوا اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعا بصیرا قریبا انہ معکم الحدیث یحتمل انہ لم یکن الرفع

امام بزازی نے فرمایا کہ وہ جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے بلند آواز سے تکبیر کہنے والوں کو فرمایا اپنے اوپر نرمی کرو کیونکہ نہ تم بہرے کو پکارتے ہو اور نہ غائب کو بلکہ تم اس کو پکارتے ہو جو سمیع و بصیر اور تمہارے قریب اور تمہارے ساتھ ہے اور یہ فرمان اس صورت پر محمول ہے کہ آواز بلند کرتے ہیں کوئی

مصلحة فقد روی انہ کان فی غزاۃ ولعل رفع الصوت یجر بلاء والحرب خدعۃ ولھذا نھی عن الجرس فی المغازی واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبۃ والجمعۃ والحج۔

(شامی جلد ۵ صفحہ ۵۲)

مصلحت نہ ہو کیونکہ تحقیق روایت کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ایک جنگ کے موقعہ کا ہے اور شاید کہ آواز کا اونچا کرنا کسی مصیبت کو لے آتا اور جنگ ایک دھوکا ہے۔ اسی وجہ سے جنگ میں گھنٹی بجانے سے روکا ہے اور ذکر کے ساتھ آواز بلند کرنا بہرحال جائز ہے جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج کے طریقوں سے ظاہر ہے

عبداللہ بن مسعود اور ذِکر بالجہر

مبتدعین دیوبند عموماً اور مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی خصوصاً اس پر زور دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ذکر بالجہر کے مخالف تھے اور اسے بدعت قرار دیتے تھے چنانچہ مولوی سرفراز صاحب نے مختلف کتابوں سے چن چن کر اس روایت کے حوالے تلاش کرکے انھیں راہِ سنت کے اوراق میں جڑ دیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذکر بالجہر کو بدعت قرار دینے کے لئے انہیں کوئی گراں قدر سوغات حاصل ہوگئی ہے اور اس سوغات کو انھوں نے حسبِ عادات اسرائیلی طریقے سے پیش کیا ہے اور کتابوں کے مفہوم بدل کر اور مفادِ عبارات کو ترک کرکے فطری مجرمانہ خیانت کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے۔ ہم آپ کے سامنے اس خیانت کی ایک مثال پیش کر رہے ہیں۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ملاحظہ فرمائیے سرفراز صاحب لکھتے ہیں۔

مشہور علامہ محمد ابن محمد الخوارزمی المشہور بابزازی الحنفی رح المتوفی ۸۲۷ھ صاحب بزازیہ جہر بالذکر کا مسئلہ نقل کرتے ہیں۔

عن فتاوی القاضی انہ حرام لما صح قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ

عن ابن مسعود انہ اخرج جماعۃً من المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھرا و قال لھم ما اراکم الا مبتدعین۔
(شامی جلد ۵۔ ص۳۵۰)
راہ سنت ص۱۳۱

کہ جہر سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔

مولوی سرفراز صاحب نے شامی جلد ۵ ص۳۵۰ سے صاحب بزازیہ کا یہ کلام نقل کیا ہے اور اس عبارت کے متصل جو پہلی اور بعد کی عبارت تھی اسے دیوالی کی پوریاں سمجھ کر ہضم کر گئے۔ اب ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں آپ اسے پڑھیئے اور سرفراز صاحب کی اسرائیلی خیانت کی داد دیجئے۔

اقول اضطرب کلام البزازیۃ فنقل اولاً عن فتاوی القاضی انہ حرام لما صح عن ابن مسعود انہ اخرج جماعۃ من المسجد یھللون و یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھرا و قال لھم ما اراکم الا مبتدعین ثم قال البزازی وما روی فی الصحیح انہ علیہ السلام قال لرافعی اصواتھم بالتکبیر اربعوا علی انفسکم انکم لن تدعوا اصم ولا غائبا

میں کہتا ہوں کہ صاحب بزازیہ کے کلام میں سخت اضطراب ہے پس اوّلاً انہوں نے فتاویٰ قاضی خاں سے یہ نقل کیا کہ ذکر بالجہر حرام ہے کیونکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک جماعت کو مسجد سے اس لئے نکال دیا کہ بلند آواز سے کلمہ اور درود شریف پڑھتے تھے اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی ہی گمان کرتا ہوں پھر اس کے بعد صاحب بزازیہ نے کہا اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام

انکم تدعون سمیعا بصیرا
قریبا انه معکم الحدیث
یحتمل انه لم یکن للرفع
مصلحة فقد روی انه کان
فی غزاة ولعل رفع الصوت
یجر بلاء والحرب خدعة
ولهذا انهی عن الجرس
فی المغازی واما رفع الصوت
بالذکر فجائز کما فی الاذان
والخطبة والجمعة والحج
وقد ورد المسئلة فی الخیریة
وحمل ما فی فتاوی القاضی
علی الجهر المضر وقال ان هناک احادیث
اقتضت طلب الجهر واحادیث طلب
الاسرار والجمع بینهما بان ذالک یختلف
باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار
افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین
او النیام والجهر افضل حیث
خلا مما ذکر لانه اکثر
عملا ولتعدی فائدته الی
السامعین ویوقظ قلب
الذاکر فیجمع همه الی الفکر
ویصرف سمعه ویطرد النوم

نے ان صحابہ سے فرمایا جو بلند آواز سے ذکر
کر رہے تھے۔ اپنے آپ پر نرمی کرو تم کسی
بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے تم
سمیع اور بصیر اور قریب کو پکار رہے ہو۔
اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ حضور
علیہ السلام نے جہر سے اس لئے روکا ہو
کہ اس وقت جہر میں کوئی مصلحت نہ ہو کیونکہ
یہ ثابت ہے کہ حضور نے جنگ کے موقعہ
پر فرمایا تھا اور شاید کہ بلند آواز سے
ذکر کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ بن
جاتا اور جنگ ایک دھوکا ہے اسی
وجہ سے جنگ میں گھنٹی بجانے سے روکا ہے
اور بلند آواز سے ذکر کرنا ہر حال جائز ہے
جس طرح اذان جمعہ خطبہ اور حج میں ہے۔
(بزازیہ کا کلام ختم ہوا) اور اس مسئلہ کو
علامہ خیرالدین رملی نے فتاوی خیریہ میں بیان
کیا اور فرمایا کہ فتاوی قاضی خان میں جس
ذکر بالجہر کو حرام قرار دیا ہے یہ وہ ذکر
بالجہر ہے جو جہر مضر پر مشتمل ہو اور انہوں نے
فرمایا کہ ایسی احادیث بھی ثابت ہیں جو جہر
کا اقتضاء کرتی ہیں اور وہ احادیث بھی ہیں
جو سر کا اقتضاء کرتی ہیں اور ان میں تطبیق
اس طرح ہے کہ جہر اور سر اختلاف اشخاص

ویــزیـد النشاط۔

(شامی جلد ۵ صـ ۳۵۰)

اور اوقات سے مختلف ہوتا ہے پس جب ریا کا خوف ہو یا نماز اور نیند میں خلل کا اندیشہ ہو تو سِرّاً افضل ہے اور جب یہ خوف نہ ہو تو جہراً افضل ہے کیونکہ اس کا فائدہ سامعین کو پہنچتا ہے اور یہ ذاکر کے قلب کو بیدار رکھتا ہے اور اس کے ذہن کو فکر کی طرف اور سماعت کو ذکر کی طرف راجع کرتا ہے اور نیند کو دور کرتا ہے اور اس کے سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

قارئینِ کرام یہ شامی کی جلد ۵ صـ ۳۵۰ کی مکمل عبارت ہے جس کو سرفراز صاحب نے ذکر بالجہر کے حرام اور بدعت ہونے کے ثبوت میں پیش کیا تھا اور اوّل آخر سے عبارت کو حذف کر کے مطلب براری کی سعی مذموم کی تھی۔ نہ معلوم سرفراز صاحب نے یہ کیونکر باور کر لیا تھا کہ ان کی اس تحریف پر ہمیشہ پردہ پڑا رہے گا اور شامی کے صفحات تک کسی کو رسائی نہ ہو گی کیونکہ فتاویٰ شامی کوئی ایسی نایاب کتاب تو نہیں ہے کہ کسی کے ہاتھ نہ آسکے بہرحال اس پوری عبارت کے سامنے آجانے سے یہ واضح ہو گیا کہ فتاویٰ بزازیہ فتاویٰ خیریہ، فتاویٰ شامی کے نزدیک بالاتفاق ذکر بالجہر جائز ہے۔ ریا اور ایذائے مصلین کا خوف نہ ہو تو ذکر بالجہر ذکر بالسِرّ سے افضل ہے۔ شامی کی عبارت کے فوائد ملاحظہ فرمائیے :۔

۱۔ صاحب بزازیہ کا کلام ذکر بالجہر کے بارے میں بظاہر مضطرب ہے لیکن حقیقت میں کوئی اضطراب نہیں۔ کیونکہ وہ ذکر بالجہر کو اس وقت منع کرتے ہیں جب اس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور جب اس میں مصلحت ہو تو پھر جائز ہے۔

۲۔ فتاویٰ قاضی خان نے جس ذکر بالجہر کو حرام کہا اور ابن مسعود نے جس ذکر بالجہر کو بدعت قرار دیا ہو یہ وہ ذکر بالجہر ہے جو ریا کاری کے لئے کیا جائے۔

۳۔ ذکر بالجہر بہرحال جائز اور ثابت ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں سِرّ مستحب

ہے اور بعض صورتوں میں جہر مستحب ہے۔ مولوی سرفراز صاحب کی خیانت ظاہر کرنے کے بعد اب ہم پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود کے اس فرمان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس میں انہوں نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو بدعتی قرار دیا پس اس کے جواب میں گذارش ہے کہ جب کتاب اور سنت عمل صحابہ و تابعین سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہو چکا تو حضرت ابن مسعود کا یہ فرمان لا محالہ محل تاویل میں قرار پائے گا اور بہترین تاویل وہ ہے جس کو علامہ خیرالدین رملی نے بیان فرمایا کہ ان لوگوں کا جہر جہر مضر تھا۔ یعنی وہ ریا کاری سے جہر کر رہے تھے۔ ثانیا یہ جہر جہر مفرط تھا۔ اسی وجہ سے ابن مسعود نے انہیں مسجد سے نکال دیا۔ ثالثا۔ امام احمد بن حنبل نے کتاب الزھد میں روایت کیا ہے۔

عن ابی وائل انہ قال ھولاء الذین یزعمون انّ عبداللہ ابن مسعود کان ینھی من الذکر ما جالستہٗ مجلسا الا ذکر اللہ ای جھر فیہ۔	ابی وائل سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ لوگ عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ ذکر سے روکتے ہیں حالانکہ میں نے ان کے ساتھ کسی مجلس میں شرکت نہیں کی مگر وہ اس مجلس میں ذکر بالجہر کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کی اس صحیح روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی طرف انکار جہر کی نسبت کرنا صحیح نہیں۔ فلھذا مبتدعین کی وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی جس پر انہوں نے انکار جہر کا محل تعمیر کیا تھا۔ رابعا احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر ثابت ہو چکا اور یہ حدیث موقوف ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تعارض کے وقت مرفوع حدیث موقوف پر راجح اور مقدم ہوتی ہے۔ فسقط الاستدلال عن اصلہ۔

امام ابوحنیفہ اور جہر بالتکبیر

امام ابوحنیفہ اور صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد) کے نزدیک عید کی

تکبیرات میں اختلاف بڑا مشہور ہے اور فقہی تقریباً تمام کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں عیدین کی تکبیرات کو سراً کہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ تکبیرات کو جہراً کہے۔ سرفراز صاحب نے کبیری سے امام صاحب کی دلیل نقل کر کے اس پر گرہ لگائی لیکن حسب عادت سیاق و سباق کو صاف ہضم کر گئے لیجئے پہلے آپ سرفراز صاحب کا کلام ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں۔

اور علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں۔

ولابی حنیفۃ ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ مخالف للامر فی قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم الایۃ۔ (کبیری صـ۵۶۶)	حضرت ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف کہ تم اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو۔

اس عبارت سے بصراحت معلوم ہوا کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا امام صاحب کے نزدیک اللہ کے مذکورہ ارشاد کے خلاف بھی ہے اور بدعت بھی ہے۔ فریق مخالف کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ ذکر بالجہر (نہ کرنے) والوں کو وہابی کہتا ہے ذکر بالجہر کو اہل سنت کی علامت قرار دیتا ہے۔ (راہ سنت صـ۱۶۸)

اولاً گزارش یہ ہے کہ عید الفطر کے موقع پر امام صاحب کا ذکر بالجہر کو بدعت قرار دینا استحباب جہر کے عموم و اطلاق کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حزب مخالف کے ناموس اعظم مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ امام صاحب نے جہر کو بدعت اس موقع پر فرمایا ہے جہاں ذکر کا موقعہ ہے اور آپ سے علیہ الصلوٰۃ وہاں جہر ثابت نہیں جیسا عید الفطر کی نماز کو جاتے ہیں اور مطلقاً ذکر جہر کو منع نہیں فرمایا ذکر ہر طرح درست ہے فقط۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل صـ۲۱۴)

اور ثانیاً معروض ہے کہ سرفراز صاحب نے جس کبیری کے صفحے سے یہ عبارت نقل کی ہے اس سے متصل پہلے اور بعد کی عبارت کو چھوڑ دیا۔ ہم قارئین کی عدالت میں پہلے وہ عبارت پیش کرتے ہیں جو اس سے پہلے کی ہے۔

ویستحب التکبیر جہرا فی طریق المصلی یوم الاضحی اتفاقا للاجماع واما یوم الفطر فقال ابوحنیفۃ لا یجہر بہ وقال یجہر وعن ابی حنیفۃ کقولہما۔

عیدِ اضحیٰ کے دن عیدگاہ کے راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا بالاتفاق (یعنی امام اور صاحبین کا اتفاق ہے) جائز ہے اور عید الفطر کے دن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہر نہ کیا جائے اور صاحبین نے فرمایا کہ جہر کیا جائے گا اور ابوحنیفہ سے ایک روایت صاحبین کی طرح ہے یعنی عید الفطر کو بھی جہر کیا جائے۔

سرفراز صاحب نے کبیری کی اس عبارت کو کیوں چھوڑ دیا کیا یہ بات اب بھی محتاجِ بیان رہ جاتی ہے۔ دراصل سرفراز صاحب کو محاسبہ کا خوف تھا وہ سمجھتے تھے اگر اس عبارت کو ذکر کر دیا تو جان نہیں چھوٹے گی اور مقابل کا احتساب ان کا سارا بھرم کھول کر رکھ دے گا۔ اس سے پہلے کہ ہم سرفراز صاحب کا محاسبہ کریں چند مزید حوالے ارقام کرتے ہیں تاکہ یہ بات مزید محکم ہو جائے کہ عید اضحیٰ کو راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا بالاتفاق مستحب ہے اور عید الفطر میں اختلاف ہے لیکن ایک روایت امام صاحب سے یہ بھی ہے کہ عید الفطر کو بھی جہر بالتکبیر کیا جائے۔ ملاحظہ ہو علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی درِمختار میں فرماتے ہیں۔

وقالا الجہر بہ سنۃ کالاضحی وہی روایۃ عنہ۔

اور صاحبین نے فرمایا کہ عید الفطر کو جہر بالتکبیر سنت ہے عید الاضحیٰ کی طرح اور امام صاحب سے بھی یہ ایک روایت ہے۔

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب بلند آواز سے ذکر کرنا امام صاحب کے نزدیک بدعت ہے تو بتلایئے کہ صاحبین امام صاحب کے نزدیک بدعتی ہوئے یا نہیں جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں میں جہر بالتکبیر کا حکم کرتے ہیں۔ ثانیاً۔ خود امام صاحب عید الاضحیٰ میں جہر بالتکبیر کا حکم کرتے ہیں۔ بتلایئے اب وہ خود بدعتی

ہوئے یا نہیں۔ ثالثاً۔ عیدالفطر کے بارے میں بھی امام صاحب سے جہر بالتکبیر کی روایت ہے۔ اب بتلائیے کہ وہ بدعتی ہوئے یا نہیں۔ رابعاً۔ عیدالاضحیٰ کو جہر بالتکبیر کرنا سُنت سے ثابت ہے اور آپ جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں تو سرفراز صاحب وہ بدعت کی کونسی قسم ہے جو سنت سے ثابت ہوتی ہے۔ ذرا سوچ کر اور ہوش سے جواب دیں۔

خامساً۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

ویوم الفطر لا یجھر بہ عندہ و عندھما یجھر و ھو روایۃ عنہ والخلاف فی الافضلیۃ اما الکراھیۃ فمنتفیۃ عن الطرفین۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۷۷۰)

عیدالفطر کو امام صاحب کے نزدیک جہر نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک جہر ہوگا اور یہ اختلاف افضلیت میں ہے اور کراہت تو بہر حال دونوں کے نزدیک نہیں ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک عیدالفطر کے موقع پر جہر بالتکبیر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جہر مباح ہے اور آپ اسے حرام و مکروہ سے کم نہیں کہتے۔ اب بتلائیے کہ مسلک حنفی کو ہم نے چھوڑا یا آپ نے۔ سادساً۔ سرفراز صاحب کے ہوش و حواس سے معذرت کے ساتھ شامی سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔

بل حکی القھستانی عن الامام روایتین احدھما انہ یسرو الثانیۃ انہ یجھر کقولھما قال وھی الصحیح علی ما قال الرازی و مثلہ فی النھر و قال فی الحلیۃ واختلف فی عید الفطر فعن ابی حنیفۃ و ھو قول صاحبیہ واختیار الطحاوی انہ یجھر وعنہ انہ یسر۔

بلکہ قہستانی نے امام صاحب سے دو روایتیں نقل کی ہیں ایک یہ کہ اخفاء کرے دوسری یہ کہ جہر کرے جیسے صاحبین کا قول ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ دوسری روایت ہی صحیح ہے اور جیسا کہ ابوبکر رازی نے کہا اور اس کی مثل نہر میں ہے اور حلیہ میں فرمایا کہ عیدالفطر میں اختلاف ہے پس امام صاحب سے ایک روایت یہ ہے کہ جہر کیا جائے اور یہی صاحبین کا قول ہے اور یہی امام طحاوی کا مختار ہے اور ایک روایت

ان سے اخفا کی بھی ہے۔ (شامی جلد ۱ صـ ۷۷۸)

پس معلوم ہوا کہ عید الفطر کی تکبیروں میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں ایک سر کی اور دوسری جہر کی اور قہستانی کے نزدیک صحیح روایت جہر ہی کی ہے۔ اسی کو صاحبین نے اختیار کیا جو فقہاء کے طبقہ ثانیہ سے اور مجتہد فی المذہب ہیں اور اسی کو امام ابو جعفر طحاوی نے اختیار کیا اور یہ طبقہ ثالثہ سے ہیں اور مجتہد فی المسائل ہیں اور اسی کو ابو بکر رازی نے اختیار کیا یہ طبقہ رابعہ سے ہیں اور صاحب تخریج ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب نہر صاحب حلیہ اور صاحب جامع رموز قہستانی نے اس کو اختیار کیا۔ یہ سب طبقہ سادسہ سے ہیں۔ پس اب سرفراز صاحب سے گذارش ہے کہ ذکر سے فقط ہم ہی بدعتی اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں یا اس مبارک فتویٰ سے کچھ حصہ امام ابو حنیفہ سے لے کر طبقہ سادسہ تک کے فقہا کو بھی ملے گا خوب غور و فکر سے جواب دیجئے بینوا توجروا۔

ناظرین کرام! ممکن ہے یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز اور ثابت ہے اور یہی ائمہ احناف کا مختار ہے تو کبیری اور دوسرے فقہا کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ جس قول میں امام صاحب نے عید الفطر میں جہر بالتکبیر سے روکا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان الجھر بالتکبیر مبدعۃ (جہر بالتکبیر بدعت ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک اصطلاحی معنی یعنی جس کام کی اصل رسول اللہ سے ثابت نہ ہو اور وہ حضور کی شریعت کا مخالف اور مغیر ہو اور اسے دین میں داخل کر لیا جائے اور یہی بدعت سیئہ قبیحہ اور بدعت ضلالۃ ہے اور ایک بدعت کا لغوی معنی ہے یعنی نیا طریقہ اور نیا کام۔ عام ازیں کہ اس کی شریعت میں اصل ہو یا نہ ہو اور اس مقام پہ بدعت کے لفظ سے فقہا کی مراد بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت نہیں ہے کیونکہ بدعت سیئہ وہ کام ہے جو حضور علیہ السلام کے مخالف ہو اور جہر بالتکبیر خود حضور سے ثابت ہے۔ نیز بدعت سیئہ کا مبلغ ضال اور مضل ہوتا ہے۔ پس اگر جہر بالتکبیر بدعت سیئہ ہو تو لازم آئے گا کہ امام صاحب سے لے کر طبقہ سادسہ تک کے فقہا ضال اور مضل ہوں۔ فلہذا ثابت ہوا کہ یہاں بدعت اصطلاحی معنی پر محمول

نہیں ہے بلکہ بدعت سے مراد نیا اور اجنبی کام ہے اور چونکہ نماز کو جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرات کہنا ہر نماز میں اختیار نہیں کیا جاتا اس لئے یہ ایک نیا طریقہ قرار پایا۔
اسی وجہ سے فقہا نے کہا کہ یہ مورد شرع میں بند رہے گا اور عید اضحیٰ میں چونکہ یہ طریقہ سنت صحیحہ سے ثابت تھا تو امام صاحب نے عید اضحیٰ میں جہر کا حکم فرمایا اور عید الفطر کے بارے میں امام صاحب کے چونکہ دو قول میں ایک سِر کا اور دوسرا جہر کا تو فقہاء نے سر کے قول کے اختیار کی وجہ یہ بتائی فرمائی کہ ان الجھر بالذکر بدعۃ کہ تکبیرات کو راستے میں بلند آواز سے کہنا ایک نیا طریقہ ہے اور چونکہ اس موقعہ پر ثابت نہیں اس لئے یہاں سِر ہی افضل ہے۔ یہ فقہاء کرام کا حاصل ہے جو انہوں نے امام صاحب کے قول بالسر کی توجیہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ اس میں منکرین جہر کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے اور جیسا کہ قہستانی اور طحاوی کے حوالوں سے گزر چکا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ امام صاحب کا مختار عید الفطر کو بھی جہر بالتکبیر ہی ہے پس عید الفطر میں تکبیرات کا جہر لغتہً بدعت ہی ہے کیونکہ ان معین دنوں میں نماز کے راستہ میں جہر سے تکبیر کہنا بہرحال ایک نیا طریقہ ہے لیکن چونکہ اس کی اصل سنت سے ثابت ہے اس لئے لغتہً بدعت ہے اصطلاحاً بدعت نہیں اور امام صاحب اور تمام حنفی فقہا کے نزدیک یہی افضل اور مستحب ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جہر بالتکبیر بدعت ہے لیکن بدعت مستحبہ ہے، بدعت سیئہ نہیں۔

ناظرینِ کرام بدعت کا مفہوم واضح کرنے کے بعد اب ہم پھر اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اب آپ کے سامنے کبیری کی بعد والی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جسے سرفراز صاحب نے چھوڑ دیا۔

والذی ینبغی ان یکون الخلاف فی استحباب الجھر وعدمہ لا فی کراھیتہ وعدمھا فعندھما یستحب وعندہ الاخفاء افضل وذالک لان الجھر قد نقل عن کثیر السلف کابن عمر

اور حق یہ ہے کہ یہ اختلاف جہر کے استحباب میں ہے پس صاحبین کے نزدیک جہر افضل ہے۔
اور امام صاحب کے نزدیک اخفاء افضل ہے، کیونکہ جہر کثیر سلف سے منقول ہے مثل حضرت

وعلی وابی امامة الباهلی والنخعی وابن جبیر وعمر بن عبد العزیز وابن ابی لیلی وابان بن عثمان والحکم وحماد ومالک واحمد وابی ثور ومثلہ عن الشافعی ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف۔	عبداللہ ابن عمر حضرت علی ابی امامہ باہلی نخعی ابن جبیر عمر بن عبد العزیز ابن ابی لیلیٰ ابان بن عثمان حکم حماد امام مالک امام احمد ابی ثور اور اس طرح امام شافعی سے بھی منقول ہے اور اس کو ابو منذر نے اشراف میں ذکر کیا۔

اُمید ہے قارئینِ کرام پر اب واضح ہو گیا ہو گا کہ سرفراز صاحب نے کبیری کی منقولہ بالا عبارت کو کیوں ترک کیا تھا۔ کاش سرفراز صاحب کے دل میں خوفِ آخرت ہوتا اور وہ چند روپہلی سکوں کے عوض یوں عبارتوں میں کتر بیونت نہ کرتے۔ تحریف سے باز آتے اور مساجد سے اللہ کے ذکر کو روک کر ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ کا مصداق نہ بنتے۔

عباراتِ علماء اور ذکر بالجہر

مبتدعین دیوبند ذکر بالجہر کو رد کرنے کے لئے بطور حربہ علماء کے چند اقوال پیش کیا کرتے ہیں جن میں کسی نے ذکر بالجہر کو حرام کہا اور کسی نے خلاف مستحب اس سے قبل کہ ہم ان عبارات کا مطلب بیان کریں۔ سرفراز صاحب کی ضیافت کے لئے چند ایسی عبارات بھی پیش کرتے ہیں جن میں بعض علماء اور فقہائے نے ذکر بالسّر کا انکار کیا تاکہ قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رُخ آجائیں اور پھر حقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ ابن حجر

لہ۔ امام علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان الاذکار المشروعة فی الصلوٰة وغیرھا واجبة کانت او مستحبة لا یحسب شیء منھا ولا یعتد بہ حتی یتلفظ بہ بحیث یسمع نفسہ اذا کان صحیح السمع لا عارض لہ (کتاب الاذکار ص۱۴)	اذکارِ مشروعہ نماز میں ہوں یا اس کے ماسوا واجب ہوں یا مستحب ان کا اس وقت اعتبار کیا جائے گا جبکہ ان کا اس طرح تلفظ کیا جائے کہ اگر پڑھنے والے کی سماعت درست ہو تو اُسے سنائی دے۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

کی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ان جماعۃ من ائمتنا وغیرھم یقولون لا ثواب فی ذکر القلب وحدہ (فتاوی حدیثیہ ص۶۳)

ہمارے ائمہ کی ایک جماعت اور ان کے غیر نے کہا کہ فقط ذکر بالقلب میں کوئی ثواب نہیں ہے۔

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فاضل جزری سے نقل فرماتے ہیں۔

وکل ذکر مشروع ای مامور بہ فی الشرع واجبا کان اومستحبا لا یعتد بشئ منہ حتی یتلفظ بہ (مرقاۃ جلد ۵ ص۴۹)

ہر وہ ذکر جو شریعت میں مامور ہے واجب ہو یا مستحب اس کا اس وقت تک اعتبار نہیں جب تک تلفظ نہ کیا جائے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بعض فقہائے سے نقل فرماتے۔

وبعض فقہا گویند کہ ذکر نمے باشد مگر بزبان وادنی امرتبہ وے آنست کہ بشنواند خود را بر قول مختار وغیر وے معتبر نیست چنانکہ در قرأت وطلاق وآنچہ بدل است آں فعل قلب است از قسم علم وتصور ذکر نیست چنانکہ قرأت نیست و ذکر نام چیزے است کہ فعل لسان است۔ (اشعۃ جلد ۲ ص۱۷۱)

اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ ذکر نہیں ہوتا مگر زبان سے اس کا کم از کم مرتبہ قول مختار پر یہ ہے کہ خود کو سنائے اور اس کے بغیر ذکر معتبر نہیں ہے جیسا کہ قرأت اور طلاق میں ہے اور جو دل سے ہو وہ تو دل کا فعل ہے اور علم وتصور کی قسم ہے ذکر نہیں ہے جیسا کہ دل سے قرأت نہیں ہوتی اور نہ ذکر اس چیز کا نام ہے جو زبان کا فعل ہے۔

ان عبارات سے یہ ظاہر ہوگیا کہ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ ذکر بالقلب

(بقیہ ص۶۶) علامہ شیخ محمد دمیاطی شافعی الشہیر بالخضری حاشیہ ابن عقیل میں فرماتے ہیں۔

اما قول ذکریا المعنی احمد بلسانی و اصلی بقلبی فہی مقارنۃ تحقیقا فاعترضہ بان الصلوٰۃ بالقلب بلا تلفظ لا ثواب فیھا۔ (خضری جلد اول ص۹)

ذکریا کا قول کہ معنی یہ ہے کہ میں زبان سے حمد کرتا ہوں اور دل سے صلوٰۃ پڑھتا ہوں تو اس پر بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ بغیر تلفظ کے (زبان سے پڑھے بغیر) دل سے صلوٰۃ پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ (شرف لاہوری)

اور ذکر بالسر تو کرہی نہیں ہے اور ذکر بغیر زبان اور تلفظ کے صحیح نہیں ہوتا پس جس طرح بعض علماء کے کلام میں جہر کے خلاف مواد موجود ہے اس طرح بعض علماء کے کلام میں سراور اخفاء کے خلاف مواد موجود ہے اور ہمارے نزدیک یہ دونوں کلام اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہیں اور حق یہ ہے کہ بعض احوال میں سر مستحب ہے اور بعض احوال میں جہر مستحب ہے اور کلام جہر متوسط میں ہے اور علماء نے جس جہر کو مکروہ اور حرام کہا ہے وہ اس جہر پر محمول ہے جو جہر مفرط ہو یا جہر مخلوط بالریاء ہو۔ اب ہم آپ کے سامنے راہ سنت سے مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی کے سرکردہ حوالے نقل کرتے ہیں جو انہوں نے نفی جہر میں پیش کئے ہیں۔

فضیۃ الندب ای خفض الصوت بالذکر اذا لم تدع حاجۃ الی رفعہ (شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۴۶ و راہ سنت ص ۱۶۷)	اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آہستہ ذکر کرنا بہتر ہے جبکہ کوئی داعیہ رفع صوت کا پیش نہ آئے۔

امام نووی کے اس قول کو نفی جہر پر پیش کرنا حماقت کی معراج ہے کیونکہ امام نووی اس قول میں سر کو مستحب فرمارہے ہیں اور اس کے استحباب میں کوئی کلام نہیں۔ کلام جہر کی حرمت اور بدعت میں ہے جو کہ آپ کا مذموم اعتقاد ہے اور وہ امام نووی کی اس عبارت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد سرفراز صاحب ملا علی قاری سے نقل کرتے ہیں۔

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام (مرقاۃ علی المشکوٰۃ جلد ۲ ص ۷ راہ سنت ص ۱۶۸)	ہمارے بعض علماء نے صراحت سے یہ حکم بیان کیا ہے کہ مسجد میں بلند آواز کرنا اگرچہ ذکر کے ساتھ ہو حرام ہے۔

جی ہاں اور بعض علماء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ ذکر بالقلب پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ہم فتاویٰ عالمگیری فتاویٰ خیریہ فتاوی بزازیہ فتاوی شامی طحطاوی کبیری وغیرہ فقہ کی مستند کتب سے رفع الصوت بالذکر اور جہر کا جواز و استحسان نقل کرچکے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی مرقاۃ سے ملا علی قاری کی جلد ۳ ص ۱۲۷ سے ہم رفع الصوت بالذکر کے استحسان اور استحباب پر ایک طویل عبارت ہدیۂ قارئین کرچکے ہیں۔ پھر اس

کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ملا علی قاری نے بعض علماء کا جو کلام نقل کیا ہے (جہر مفرط یا جہر مشوب بالریاء) پر محمول ہے۔

سرفراز صاحب بخاری کے حاشیہ سے ناقل ہیں۔

وقال ابن بطال المذاهب الاربعة علی عدم استحبابه۔ (راہ سنت ص۱۶۷)	ابن بطال یہ فرماتے ہیں کہ چاروں مذہب اس پر متفق ہیں کہ جہر سے ذکر کرنا مستحب نہیں ہے۔

اولاً یہ حوالہ سرفراز صاحب کو مفید نہیں ہے کیونکہ یہاں استحباب کی نفی ہے اور استحباب کی نفی کراہت کو بھی مستلزم نہیں چہ جائیکہ بدعت یا حرمت کو مستلزم ہو جوکہ آپ کا دعویٰ ہے۔ ثانیاً یہ بھی محض افتراء ہے کہ ائمہ اربعہ جہر کو غیر مستحب قرار دیتے ہیں۔ ائمہ اربعہ عید اضحیٰ کی تکبیرات میں جہر بالصوت کو مستحب قرار دیتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عید الفطر میں بھی جہر بالتکبیر مستحب اور صحیح بات یہ ہے کہ امام صاحب بھی عید الفطر میں جہر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

دیکھئے علامہ شامی فرماتے ہیں۔

وعن ابی حنیفة وھو قول صاحبیه واختیار الطحاوی انه یجھر (شامی جلد ا ص۷۷۷)	امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جہر کیا جائے اور یہی صاحبین کا قول ہے اس کو طحاوی نے اختیار کیا۔

اور علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں۔

ان الجھر قد نقل عن کثیر من السلف کابن عمر وعلی وابی امامة الباھلی والنخعی وابن جبیر وعمر بن عبد العزیز وابن ابی لیلی وابان بن عثمان والحکم وحماد ومالک واحمد وابی ثور ومثله عن الشافعی (کبیری ص۵۲۵)	بلا ریب کثیر اسلاف سے جہر منقول ہے جن میں حضرت عبد اللہ ابن عمر حضرت علی ابی امامۃ باہلی نخعی ابن جبیر عمر بن عبد العزیز ابن ابی لیلی ابان بن عثمان حکم وحماد امام مالک و امام احمد ابی ثور اور امام شافعی رضوان اللہ علیہ اجمعین شامل ہیں۔

لیجئے سرفراز صاحب اب تو ائمہ اربعہ کے علاوہ صحابہ تابعین اور دوسرے مجتہدین کی کثیر جماعت سے جہر ثابت ہو گیا۔ مزید ملاحظہ فرمائیے۔ (علامہ طحطاوی فرماتے ہیں)

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالی جماعۃ فی المساجد و غیرھا (طحطاوی ص۱۹۰، شامی جلد ۱ ص۶۱۸)

متقدمین اور متاخرین تمام علمائ نے جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کے مستحب ہونے پر اجماع کیا عام ازیں کہ مساجد میں ہو یا اس کے غیر میں۔

ان ٹھوس حوالہ جات پیش کرنے کے بعد گزارش ہے کہ ابن بطال کا ائمہ اربعہ سے جہر کا عدم استحباب نقل کرنا ہرگز لائق التفات نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ جب قرآن اور حدیث سے جہر کا حکم اور اس کی طرف ترغیب اور تحریص ثابت ہو چکی تو اس کو غیر مستحب کہنا غیر مسموع ہے۔ ثانیاً جب تمام متقدمین اور متاخرین کا استحباب جہر پر اجماع ہے تو ائمہ اربعہ اسے غیر مستحب کیسے فرما سکتے ہیں۔ کیا وہ متقدمین میں سے نہیں ہیں۔ ثالثاً ہم صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین اصحاب ظواہر اور ائمہ اربعہ سے استحباب جہر پر صریح نصوص پیش کر چکے ہیں پھر ائمہ اربعہ کی طرف عدم استحباب کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ رابعاً ابن بطال کے کلام کی غایت توجیہ ہمارے نزدیک یہی ہے کہ یہ کلام اس جہر کے بارے میں ہے جس میں ریاء کا احتمال ہو اس کے علاوہ ابن بطال کے کلام کا اور کوئی صحیح محمل نہیں ہے۔

ذکر بالجہر پر مبتدعین کی عقلی شہادت اور اُن کے جوابات

جب منقولات میں مبتدعین کا بس نہیں چلتا تو فرزندان عبد الوہاب اور گنگوہ کے پجاری عقل اعتزال کے سہارے خم ٹھونک کر سامنے آتے ہیں اور ھل من مبارز کے ڈونگرے بجاتے ہیں۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ان عقلی اعتراضوں کے جوابات تحریر کئے جائیں تاکہ یہ بحث مکمل ہو جائے چنانچہ ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ نمازوں کے بعد جو بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے اس سے بعد میں آکر ملنے والوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔ الجواب۔ ہم شروع میں بخاری اور مسلم کی احادیث پیش کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اور حضور کے عہد میں بعد میں آکر ملنے والے بھی تھے ان کی نماز میں خلل کیوں نہیں پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خلل کی وجہ سے ذکر بالجہر کو موقوف کیوں نہ کیا جس کا داعیہ عہد رسالت میں ہوا اور پھر حضور اس کے ترک میں مواظبت فرمائیں۔ آپ کی تحقیق کے مطابق وہ بدعت ہوتا ہے۔ بتلائیے اب آپ بدعتی ہوئے یا نہیں۔ ثانیاً خلل محض جہر کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ مخالف آواز کی وجہ سے پڑتا ہے خواہ وہ آواز سراً ہو یا جہراً مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا کوئی شخص آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرے یا صحابۂ کرام کی جناب میں کوئی گستاخی کرے تو نمازی کو وحشت اور اضطراب لاحق ہوگا اور اس خلل کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ وہ نماز توڑ کر اس شخص سے برسرِ پیکار ہو جائے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خلل مخالف آواز سے پیدا ہوتا ہے خواہ وہ آواز آہستہ ہو یا بلند اور موافق آواز سے اگر فی الواقع وحشت و اضطراب ہو بھی تو دُور ہو جاتا ہے دیکھئے شبِ معراج جب حضور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تشریف لے گئے تو آپ کو تنہائی سے توحش اور اضطراب لاحق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کے مشابہ آواز پیدا کردی (قِفْ یا مُحَمَّد فانَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ) جس سے حضور کا توحش دُور ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ موافق آواز سے وحشت و خلل دُور ہوتا ہے اور مخالف آواز سے خلل اور وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اب مبتدعین سوچیں کہ وہ اللہ کے ذکر کو موافق آواز سمجھتے ہیں یا مخالف کیا یہ حیرت ناک امر نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب (اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے) اور مبتدعین دیوبند کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے ذکر سے وحشت ہوتی ہے۔ فیا للعجب۔ علاوہ ازیں گذارش ہے کہ آپ لاؤڈ سپیکر پر درس دیتے ہیں تقریریں کرتے ہیں اس وقت بھی آخر نمازی نماز پڑھتے ہیں۔ کیا اب نماز میں خلل نہیں پڑتا۔ اگر واقعی آپ لوگوں کی نمازوں کے ایسے ہی ہمدرد ہیں تو اب یا درس اور تقریریں بھی ختم کیجئے یا پھر یہ کام مکروہ وقت میں کیا کریں جب سجدہ جائز نہ ہو لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ آپ کی روزی کا معاملہ ہے اور اگر درس اور تقریریں خطرے میں پڑ گئیں تو توہینِ الوہیت اور تنقیصِ رسالت کے لئے ایندھن کیسے فراہم ہوگا۔ فالی اللّٰہ المشتکی۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے لوگوں کی نیند میں خلل پڑتا ہے اس کے جواب میں گذارش ہے کہ نمازوں کے بعد جو ذکر بالجہر کیا جاتا وہ کب نیند کا وقت ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس وقت

سو رہا ہو تو اسے واقعی جگانا ہی چاہیئے۔ ثانیاً نیند میں خلل کا امکان جہر مفرط میں ہے اور جہر متوسط میں یہ امکان ہی نہیں۔ خدا غور کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ بسا اوقات لوگ حوائج ضروریہ میں مشغول ہوتے ہیں تم ذکر بالجہر کرتے ہو ذکر کی بے ادبی ہوتی ہے۔ **الجواب** ۔ پھر اذانیں بھی بند کرائیں کیونکہ خاص طور پر صبح کی اذان جس وقت ہوتی ہے وہ خاص طور پر اس اشتغال اور ابتلاء کا ہوتا ہے اور یہ اعتراض ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ بعض لوگ نماز کے وقت ریڈیو بجاتے ہیں اس لئے نماز پڑھنا چھوڑ دو حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ اس وقت ریڈیو نہ بجایا جائے اس طرح ذکر کے اوقات میں ان حوائج سے احتراز کرنا چاہیئے نہ کہ ذکر کو ان اوقات میں بند کرنا چاہیئے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حضرت مولانا الفاضل محمد عبدالحکیم صاحب شرف میرے انتہائی مخلص اور کرم فرما ہیں۔ انہوں نے پانچ چھ ماہ پیشتر یہ فرمائش کی تھی کہ میں ذکر بالجہر پر کچھ لکھوں جس میں اثبات بھی ہو اور منکرین کے شبہات کا احتساب بھی یہ وقت کا ایک اہم کام تھا لیکن میری طبعی سستی کثرت کار اور سب سے بڑھ کر بے بضاعتی اس کے شروع کرنے میں حائل ہوتی رہی۔ آخر شِ رمضان کے چند مبارک روزوں میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اس رسالہ میں ہم نے قرآن کریم احادیث طیبہ سادات علماء کے اقوال اجماع امت اور قیاس کی روشنی میں جہر متوسط کے جواز اور استحسان کو روشن سے روشن تر کر دیا ہے اور آفتابِ دلائل کی ضیا پاشیوں نے منکرین کے توہمات کی گھٹاؤں کو مُلکِ عدم پہنچا دیا۔ وللہ الحمد اللہ تعالیٰ اس سعی قلیل کو قبول فرمائے۔ اور اہلِ حق کے لئے اسے موید اور مبتدعین کے لئے مصلح بنائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

ابوالوفاء غلام رسول سعیدی غفرلہ

مدرس جامعہ نعیمیہ۔ گڑھی شاہو لاہور

یکم شوال ۱۳۸۹ھ

سلطان المحققین برہان المدققین استاذ العلماء حضرت مولانا محمد مہر الدین صاحب

شارح مختصر المعانی ادام اللہ برکاتہ الی یوم الدین

یگانۂ روزگار علامۃ الدہر مولانا محمد مہر الدین صاحب مذہباً حنفی مسلکاً سنی مشرباً نقشبندی اور تلمذاً بریلوی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت زمیندار راجپوت گھرانے میں ۱۹۰۱ء بمقام خاصہ ضلع امرتسر ننھیال کے ہاں ہوئی ابھی سال سوا سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے آباؤ اجداد سو سال قبل دوابہ ضلع جالندھر سے نقل مکانی کر کے موضع جمال پور ضلع لاہور چلے گئے تھے جو لاہور سے نارووال جاتے ہوئے شمال مشرق میں ۱۵ میل کے فاصلے پر واقع ہے موضع لبان والا کے سکول میں چار جماعت ہی پڑھنے پائے تھے کہ ۱۹۰۹ء میں والد ماجد چوہدری روشن دین صاحب ابن چوہدری بہاول خان صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کا انتقال ہو گیا اس لئے پڑھائی کا سلسلہ مزید آگے نہ بڑھ سکا۔ بھائیوں کے ساتھ مل کر کاشتکاری میں مصروف ہو گئے انہی کی نگرانی میں قرآن مجید ناظرہ پڑھنا شروع کیا ایک سیپارہ پڑھا تھا کہ بڑے بھائی چوہدری فضل دین صاحب بھی انتقال کر گئے اب ایک بھائی اور بہنوئی کے ہمراہ زمینداری کا سلسلہ چلنے لگا ۱۸ سال کی عمر تک یہی صورت حال رہی پھر دو سال تک محکمہ راشن سے منسلک رہے اور یوں عمر عزیز کے بیس سال گزر گئے۔

وہ شخص جسے کسی عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا آخر وہ کس طرح ساری عمر ان دنیاوی دھندوں میں لگا رہتا روح بے قرار اور دل مضطرب تھا کہ کسی نہ کسی طرح منبع علم و حکمت قرآن مجید کے مطالب و معانی تک رسائی حاصل کی جائے آخر یہ اشتیاق اس حد تک بڑھا کہ ۱۹۲۰ء میں ملازمت کو خیر باد کہہ کر سیدھے مرجع چشت اہل بہشت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کے دربار اقدس میں اجمیر شریف پہنچ

گئے وہاں دو تین دن تک رہے لیکن وہاں کی زبان سے چنداں واقفیت نہ ہونے کی
وجہ سے لاہور واپس چلے گئے اور حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے مزار اقدس پہ
حاضری دی جہاں حضرت خواجہ اجمیری نے چلہ کشی کی تھی فاتحہ خوانی سے فارغ ہوئے
تو ایک بزرگ سیرت شخصیت پر نظر پڑی یہ حضرت مولانا صوفی غلام رسول صاحب بلند
پایہ بزرگ موضع موحیل ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے جو تبلیغی دورے پر تھے اور چند
بچے تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کے ہمراہ رہتے تھے ان سے ملاقات کی اور ماجرا بیان
کیا تو انہوں نے پڑھانے پر رضامندی کا اظہار کیا اس طرح ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا
۱۰ ماہ کے عرصے میں سات سپاروں کا ترجمہ پڑھ لیا چونکہ مولانا کو پڑھائی کا حد سے
زیادہ شوق تھا اس لئے دن رات اسی میں صرف کرنا چاہتے تھے لیکن استاذ
محترم تاکید کے ساتھ زیادہ پڑھنے سے منع کرتے تھے کیونکہ ان کے ایک شاگرد
مولوی امام الدین صاحب محنت کی زیادتی کیوجہ سے ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے
مولانا کو پڑھائی کی ایسی لگن تھی جو کسی کروٹ آرام نہ لینے دیتی تھی جب دیکھتے کہ
استاذ مکرم محو خواب ہیں تو اٹھ کر مسجد میں چلے جاتے اور سبق یاد کرنے میں مصروف
ہوجاتے ۔ ایک دفعہ خویش و اقارب سے ملنے گھر گئے تو جی میں آیا کہ
اس طرح پڑھنے کے لئے تو مدت درکار ہے اس لئے کسی اور جگہ جانا چاہیئے
تاکہ جلد از جلد گوہر مقصود حاصل کیا جائے ۔ انہی دنوں ضلع گجرانوالہ میں ایک مدرسہ
کا پتہ چلا سوچا کہ وہیں چلنا چاہیئے ہو سکتا ہے دلی مراد پوری ہو وہاں جا کر
انکشاف ہوا کہ یہ تو غیر مقلد ہیں اس لئے دوسرے دن ہی وہاں سے چل دیئے
اور جامع مسجد کھوجیاں والی میں جا پہنچے وہاں پورے ذوق و شوق سے پڑھنے
کا موقع ملا اور چار یا پانچ ماہ میں قرآن مجید کا ترجمہ پورا پڑھ لیا ان دنوں وہاں
مولوی عبدالعزیز جامع مسجد کے خطیب تھے ۔ ترجمۂ قرآن مجید کی تکمیل کرنے کے بعد ریاست

کی ابتدا کی طرف بہائی وغیرہ کتابیں شروع کیں اور اس قدر دلچسپی اور انہماک سے اسباق جاری رکھے کہ مولانا کی ابتداء کے وقت جو طلبہ سکندر نامہ ، فصول اکبری وغیرہ پڑھتے تھے مختصر سے وقت میں ان تک جا پہنچے چونکہ اساتذہ سے کاروبار کے ہجوم کی وجہ سے بکثرت فارغ ہو جاتے ہیں اس لئے مولانا مہرالدین صاحب مولوی سراج احمد سید احمد علی صاحب اور مولوی فضل کریم صاحب ایک جماعت کی صورت میں جامعہ نعمانیہ لاہور پہنچ گئے امتحان دیا اچھے نمبروں میں کامیابی حاصل کر کے داخلہ لے لیا لیکن جلد ہی یہ احساس پیدا ہو گیا کہ پڑھائی کے لئے شہری فضا چنداں سازگار نہیں ہوتی اس لئے کسی دیہاتی ماحول کے مدرسے میں جانا چاہیئے چنانچہ نگاہ انتخاب اس وقت لاہور سے تین میل دور اچھرے کے مدرسے پر پڑی جواب بھی جامعہ فتحیہ کے نام سے قائم ہے - اچھرے کے مدرسے میں زرادی زنجانی فصول اکبری اور ترکیب پڑھی ہدایۃ النحو شروع کی کہ سال ختم ہو گیا یہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ بڑے اسباق اساتذہ پڑھاتے اور چھوٹے اسباق طلبہ کے ذمہ ہوتے طلباء اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے پوری توجہ نہ دے سکتے تھے اور یہ بات مولانا کے لئے بار خاطر بنی رہتی چاروں ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ کسی ایسی جگہ چلنا چاہیئے جہاں اساتذہ پڑھاتے ہوں اس تلاش میں مدرسہ کریمیہ جالندھر جا پہنچے وہاں مولوی محمد عبداللہ صاحب ہوشیارپوری صدر مدرس اور مولوی احمد بخش صاحب نائب مدرس تھے ان سے ایک سال کے عرصہ میں کافیہ قدوری وغیرہ کتب پڑھیں اگلے سال یہ سوچ کر پھر اچھرے چلے آئے کہ اب تو اساتذہ ہمیں اسباق پڑھائیں گے ان دنوں وہاں مولوی ابراہیم صاحب مولوی محمد چراغ صاحب اور مولوی حبیب شاہ صاحب خطیب مسجد شاہ مدرس تھے - اس سال شرح وقایہ ہدایہ اولین وغیرہ کتب پڑھیں کہ اتنے میں دیوبندی بریلوی اختلاف کھڑا ہوا چونکہ میاں قمرالدین صاحب مہتمم مدرسہ منشی

برکت علی صاحب حاجی جان محمد صاحب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سب سُنی تھے اس لئے اس اختلاف کے دوران مولوی محمد چراغ صاحب وہاں سے چلے آئے ان کے بعد استاذ الاساتذہ جامع المنقولات امام المعقولات مولانا مہر محمد صاحب تلمیذ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاولپور کی خدمات حاصل کی گئیں ان سے دورۂ حدیث کے علاوہ باقی کتب مثلاً ملا حسن، حمد اللہ، مختصر المعانی، مطول، خیالی، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ پڑھیں۔ اس طرح قرآن مجید کی کشش اور فیض و برکت سے کتب درسیہ پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔ دورۂ حدیث پڑھنے کیلئے مقدام المتکلمین امام المحدثین مرجع الفقہا مسند الفضلا مولانا سید دیدار علی صاحب الوری بانی مرکزی حزب الاحناف لاہور قدس سرہٗ اور ان کے صاحبزادے رئیس الاتقیاء عالی مرتبت منبع رشد و حکمت سیدی و سندی مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث والتفسیر حزب الاحناف لاہور کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیا اور ۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۴۵ھ سند فراغت حاصل کی۔ رئیس المحدثین سید المناظرین صدر الافاضل بدر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی صاحب تفسیر خزائن العرفان سے بھی سند حاصل کرنے کی شرافت حاصل کی۔ حزب الاحناف ہی میں مولانا حبیب شاہ صاحب سے کتب طب موجز قانونچہ اور قانون شیخ طب کا درس لیا اور ۱۹۵۴ء میں دار العلوم طب جدید مشرقی شاہدرہ لاہور سے امتحان دیکر افتخار الاطباء کی سند حاصل کی ۱۹۳۱ء میں آپ مدرسہ اسلامیہ اب حفظ القرآن ہرسہ کوٹ ضلع لائلپور میں مدرس تھے کہ امیر طریقت حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب قدس سرہٗ دورے پر تشریف لائے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا مہر دین صاحب عارف کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ کس قدر عظیم تائید ایزدی تھی کہ

زمیندار گھرانے کا ایک نوجوان اب شریعت وطریقت کا فضل و شرف حاصل کر کے سنت نبویہ کا بہترین ترجمان اور مسلک اہلسنت وجماعت کا بلند پایہ مبلغ بن گیا۔ کس کے تصور میں تھا کہ زمینداری وغیرہ میں معروف یہ نوجوان علم وفضل کا رفیع القدر مسند نشیں بنے گا۔ آپ کی تدریسی اور تبلیغی زندگی کا دور بہت طویل ہے آپ ایک سال ہرسہ کوٹ لائل پور۔ تین سال جامعہ نعمانیہ لاہور، دو سال مسجد شکر خان احمد آباد دیوبی دس گیارہ سال حزب الاحناف لاہور میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۶ء میں جامعہ نعمانیہ تشریف لائے اس وقت حضرت مولانا تاج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حیات تھے اور مدرسے کے منتظم تھے تین سال یہاں رہنے کے بعد جامع مسجد شیخوپورہ بسلسلۂ خطابت تشریف لے گئے تین سال وہاں رہنے کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور تقریباً آٹھ سال تک مسجد دائی انگہ میں خطیب رہے بعد ازاں جامعہ نعمانیہ کے منتظمین نے ایک بار پھر آپ کی خدمات حاصل کرلیں۔ چار سال تک وہاں پڑھاتے رہے مولانا کی دلی خواہش تھی کہ ایسے اسباب و ذرائع حاصل کئے جائیں جن سے مدرسے کی ترقی اور عروج کو مدد ملے لیکن انتظامیہ نے پس وپیش سے کام لیا تو مولانا دل برداشتہ ہوگئے اور شاہ عالم مارکیٹ کے نزدیک نیویں مسجد نیا بازار میں مدرسہ غوثیہ لاثانیہ قائم کیا بے سروسامانی کے عالم میں بھی مولانا کی علمی قابلیت و لیاقت کی کشش تھی کہ طلباء کی اچھی خاصی تعداد جمع ہوگئی جن میں اکثر و بیشتر آخری کتابیں پڑھنے والے طلباء تھے۔ ۸ سال تک نہایت کٹھن اور ہمت شکن حالات کا مقابلہ کیا بعد ازاں مدرسہ کی بہتری کی خاطر اسے کراؤن چوک کی جامع مسجد میں منتقل کر دیا۔ وہاں حالات اور بھی زیادہ

ناساز گار ہو گئے جن کی بنا پر مدرسہ سے دستبردار ہونا پڑا۔
پھر ایک سال تک برکات العلوم منگلپورہ لاہور اور ایک سال جامعہ حنفیہ قصور پڑھاتے رہے اس اثنا میں چونکہ آپ مستقل طور پر مصری شاہ قیام پذیر ہو گئے تھے اس لئے اپنے گھر میں ہی سلسلۂ تدریس شروع فرمایا جو اب بھی جاری ہے۔

ظاہر ہے اتنے طویل عرصہ میں بے شمار علما نے آپ سے استفادہ کیا ہوگا خوف طوالت کے پیش نظر آپ کے صرف چند تلامذہ کے ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۱) سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ سیالکوٹ
(۲) خطیب پاکستان مولانا غلام الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ انجمن شیڈ لاہور
(۳) مولانا محمود احمد صاحب رضوی شارح بخاری مدیر رضوان لاہور۔
(۴) مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم جامعہ حنفیہ قصور۔
(۵) مولانا العلامہ محمد عبدالقیوم صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(۶) مولانا العلامہ محمد عالم صاحب سیالکوٹ
(۷) مولانا انوار الاسلام صاحب ناظم مکتبہ حامدیہ لاہور
(۸ و ۹) مشہور و معروف مؤرخ صاحبزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی اور مولانا باغ علی صاحب نسیم ناظمان مکتبہ نبویہ لاہور۔
(۱۰) مولانا مظفر اقبال صاحب۔
(۱۱) مولانا سید مزمل حسین شاہ صاحب۔
(۱۲) مولانا محمد سعید صاحب خطیب جامع مسجد داتا صاحب لاہور۔
ان کے علاوہ سندھ، سوات، بنیر اور امب وغیرہ کے بے شمار علما نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ نے تبلیغی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود چند ایک نہایت اہم اور قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کچھ کتابوں کے نام یہ ہیں۔
(۱) تسہیل المبانی شرح اردو مختصر المعانی جسے آپ نے ۱۹۵۵ء میں مکمل کیا
(۲) فیصلہ شرعیہ بر حرمت تعزیہ روشیعہ میں جسکا موضوع نام سے ظاہر ہے
(۳) حل قطبی اردو جسے عنقریب مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی شائع کر رہی ہے
(۴) مسائل رمضان
(۵) النداء بحرف الیاء ، الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے کے جواز پر مختصر مگر مدلل رسالہ۔ (۶) مسائل شب برات
(۷) رد خاکسار غیر مطبوع (۸) ان دنوں مسئلہ شفاعت پر نہایت تحقیقی رسالہ زیر ترتیب ہے ۔
اس وقت آپ کی اولاد میں سے صرف ۷ ، ۸ سالہ بچی ہے ایک بچہ فخر احمد پانچ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا تھا ۔

اہل سنت وجماعت کیلئے لمحۂ فکریہ ......؟......

مولانا کی تصنیف تسہیل المبانی کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولوی حامد میاں خطیب پولیس لائن گوجرسنگھ کی روایت ہے کہ ایک مولوی صاحب ہندوستان سے لاہور آئے تو کہنے لگے کہ میں مولانا مہر دین صاحب فاضل دیوبند شارح مختصر معانی سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں ۔ میں نے کہا وہ فاضل دیوبند تو کجا انہوں نے تو دیوبند کی عمارت بھی نہیں دیکھی میں ان سے ذاتی طور پر متعارف ہوں وہ تو بریلوی ہیں پہلے تو انہیں یقین ہی نہ آیا کہ وہ بریلوی ہیں لیکن جب میں نے انہیں پورے وثوق سے یقین دلایا کہ وہ بریلوی ہی ہیں تو کہنے لگے اچھا تو پھر وہ

چھپے ہوئے دیوبندی ہوں گے ورنہ بریلوی ایسا کام نہیں کر سکتے چنانچہ وہ پتہ دریافت کرکے جامعہ غوثیہ لاثانیہ نیریں مسجد میں پہنچے اتفاق کی بات کہ مولانا اس وقت تفصیل سے دیوبندیت اور وہابیت کا رد کر رہے تھے تب کہیں جا کر ان کا دماغ ٹھکانے آیا۔ مولانا سید غلام جیلانی صاحب صدر المدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ نے بشیر الکامل شرح مائۃ عامل اور بشیر القاری شرح بخاری میں دیوبندی حضرات کی علمی قابلیت کا فاضلانہ جائزہ پیش کیا ہے دوسری طرف شہید تحریک آزادی مولانا فضل حق خیرآبادی مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولانا غلام محمود صاحب (پپلاں) مولانا احمد حسن کانپوری، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فضل امام خیرآبادی - امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی وغیرہم علمائے اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنکی تفصیل اس جگہ دشوار ہے کی تصنیفات میں سے ایک ایک کتاب ایسی ہے جسکا جواب مخالفین آج تک پیش نہیں کر سکے۔ اس کے باوجود مقام غور ہے کہ مخالفین کو ایسے خیالات کے اظہار کی گنجائش کیونکر ہوئی اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ عناد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں یا اس لئے کہ انہوں نے علمائے اہل سنت کی تصنیفات کا مطالعہ ہی نہیں کیا ورنہ ہرگز انہیں اس قسم کے بے بنیاد خیالات کے اظہار کی جرأت ہوتی — ان حالات کے پیش نظر اہل سنت وجماعت کا فریضہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی تصنیفات کی بھرپور اشاعت کریں اور اسلاف کرام کی مساعی جمیلہ کو منظر عام پر لائیں موجودہ دور کے فضلاء کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ تحریری میدان میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں تاکہ باطل پرستوں کو راہ حق و صداقت نظر آجائے اور انہیں راہ راست کی طرف آنے میں آسانی ہو۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد عبدالحکیم شرف قادری ۷۲-۵-۲۱

حضرت خواجہ محمد فضل سبحان صاحب المعروف حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

آپ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہروی قدس سرہٗ کے درمیانے صاحبزادے ہیں چونکہ سفرِ حج میں آپ اپنے والدین کریمین کے ہمراہ تھے اس لئے "حاجی صاحب" کے لقب سے مشہور ہوئے آپ نہایت منکسر المزاج، صوفی منش اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا جذبہ آپ کو ورثے میں ملا تھا۔ حضرت غوثِ زماں خواجہ محمد عبدالرحمٰن چھوہروی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ نے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کی مجلسِ شوریٰ کا نائب صدر ہونے کی حیثیت سے کام کرنے کو پسند فرمایا اور تا دمِ زیست دارالعلوم کی ترقی اور توسیع کے لئے یہ حسن وخوبی خدمات سرانجام دیتے رہے آپ عموماً مظفرآباد اور پکھلی وغیرہ کا دورہ فرماتے اور دارالعلوم کے لئے فراہمی کا انتظام فرماتے تھے اور آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر سال کراچی بھی تشریف لے جایا کرتے وہاں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا اس کے باوجود عبادت و ریاضت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہتے رشد و ہدایت تعلیم و تربیت بھی بدستور جاری رکھتے ایبٹ آباد کے راستے میں موضع تنگی راقم الحروف نے خود وہ جگہ دیکھی ہے جہاں آپ پہاڑی علاقہ میں یکہ و تنہا بیٹھ کر یادِ خدا میں مصروف رہا کرتے تھے۔

آپ کی چند کرامات

ایک دفعہ آپ دارالعلوم کے دورہ پر مظفرآباد تشریف لے گئے تو گنجہ شریف جانے کا پروگرام بنایا مفتی صاحب نے ایک طالب علم کو ہمراہ بھیجا راستہ میں اس طالب علم نے اپنی نیت بدل لی۔ یاد رہے کہ وہ طالب علم غیر مقلد تھا اس لئے آپ کے

متعلق اس کے دل میں بغض تھا۔ راستہ تنگ اور خطرناک اور ایک بلند پہاڑ دوسری طرف بہہ رہا تھا۔ مذکورہ طالب علم کا ارادہ تھا کہ آپ کو دھکیل کر دریا میں پھینک دیا جائے ابھی وہ اپنے اس بد ارادہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکا کہ آگے سے اچانک صاحبزادہ علی اصغر شاہ صاحب آگئے جب اس نے ان کو دیکھا تو بھاگ نکلا مظفر آباد پہنچنے سے پہلے اس پر جنون کی حالت طاری ہو گئی، مظفر آباد پہنچ کر اس نے اسی حالت میں نشتر اپنے گلے پر پھیر لیا اور مر گیا

ایک دفعہ آپ ہری پور سٹیشن کے قریب قبرستان میں بمعیت دین لالہ و دیگر افراد کے بیٹھے ہوئے تھے کہ دور سے گاڑی ریل آتی دکھائی دی دین لالہ نے عرض کیا حضور آج ہم آپ کو مان لیں گے اگر ریل ہمارے پاس کھڑی ہو جائے جب ریل قریب آئی تو عین اس جگہ کھڑی ہو گئی پانچ منٹ کے بعد چلی آپ نے مسکرا کر فرمایا دین لالہ یہ آپ کی کرامت ہے۔ دین لالہ نے عرض کیا حضور آپ کی یا میری؟

آپ علالت کے عالم میں ۱۸ شوال ۱۳۸۷ھ بروز جمعہ کراچی سے ہری پور تشریف لائے کراچی سے روانگی کے وقت احباب سے فرمایا کہ دارالعلوم کے حسابات کے رجسٹر بھی ساتھ رکھیں احباب نے گذارش بھی کی ابھی کیا ضرورت ہے پھر کسی وقت لے جائیں لیکن آپ نے فرمایا کہ حساب و کتاب صاف ہو تو بہتر ہے کسے خبر تھی کہ یہ آپ کی آخری روانگی ہے۔

آپ کا آخری سفر بھی عجیب روح پرور تھا۔ ۲ شوال ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۶۸ء بروز اتوار شدید علالت کے باوجود عصر کی نماز شروع کی چند رکعت ادا کر کے قعدۂ اولیٰ میں بیٹھے اور اسی عجز و نیاز کی حالت میں ہی بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد حاضرین کو پتہ چلا کہ آپ محبوبِ حقیقی جان آفریں کے دربار میں

سچے پکے حاضر ہو چکے ہیں اور ہمیں ظاہری طور پر داغ مفارقت دے گئے ہیں یعنی نیاز و نماز کی حالت میں خالق کائنات کے دربار میں حاضر ہو گئے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

آپ کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے علاقہ میں پھیل گئی نماز جنازہ میں شریک ہونے کے لئے عوام و خواص کی اس قدر کثیر تعداد جمع ہو گئی کہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کا وسیع پنڈال اور چھتیں ناکافی ہو گئیں ۔ چنانچہ ہری پور شہر کے ایک وسیع میدان میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی ۔

آپ کی وصیت کے مطابق غوث زماں حضرت خواجہ چھوہروی قدس سرہ العزیز کے گنبد شریف کے بالکل جنوب مغرب میں آپ کا مزار شریف بنایا گیا ۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں صاحبزادہ حافظ مقبول الرحمٰن صاحب صاحبزادہ محفوظ الرحمٰن صاحب ، صاحبزادہ مسیح الرحمٰن صاحب ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان صاحبزادگان کو صحیح طور پر آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس مشن کو حضرت خواجہ محمد فضل سبحان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مقصد زندگی کے طور پر اپنایا تھا اسے انجام تک پہنچانے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے ۔ آمین

مولانا عزیز الدین عطا فرماتے ہیں ! ...

صبور و ہم حلیم و راست گفتار ۔۔۔ تواضع خلق خوش اطوار کردار
شدہ جود و سخا کا رش میسر ۔۔۔ کہ بر تقسیم لنگر شد مقرر
بخوردی عارف باللہ گشتہ ۔۔۔ کہ اہل کشف ہم آگاہ گشتہ

کرامت ہائے حق گشتند ظاہر — ازیں در خورد سالی چوں اکابر
ہمہ روئے شدہ دلجوئے مردم — بحسن خلق بس شیریں تکلم
الا اے مظہر الطاف گم ہے — بپا داری شود سرسبز کا ہے

تاریخ وفات منظوم از منظور الٰہی بانڈی منیم

چل دیئے منہ پھیر کر دنیا سے میرے پیر آج
ہوگئی اوجھل نظر سے عشق کی تصویر آج
آنجناب سید محمد حاجی فضل سبحانؒ چھوہروی
چل دیئے سُوئے بقا وہ صاحبِ تاثیر آج
جنتری ایکسٹھ تھے ۲۱ از سنہ ہجری میں چھوہروی
کر لو تاریخِ وصالِ دلربا تحریر آج
چھپ گیا عشق و محبت کا سراپا دوستو
کون جانے کس لئے منظور ہے دلگیر آج

محمد عبدالحکیم شرف بریلوی

۲۷ مئی سنہ ۱۹۷۱ء